خواتین اور دوشیزاؤں کیلئے اپنی طرز کا پہلا ماہنامہ

خواتین ڈائجسٹ

اگست 2019



عید نمبر

خواتین ڈائجسٹ

خط و کتابت کا پتہ

خواتین ڈائجسٹ

37- اردو بازار کراچی

عید الاضحیٰ مبارک

بانی و مدیرِ اعلیٰ ——— محمود ریاض

مدیرہ ——— نادرہ خاتون

مدیر ——— آذر ریاض

نائب مدیرہ ——— رضیہ جمیل

مدیرہ خصوصی ——— امت الصبور

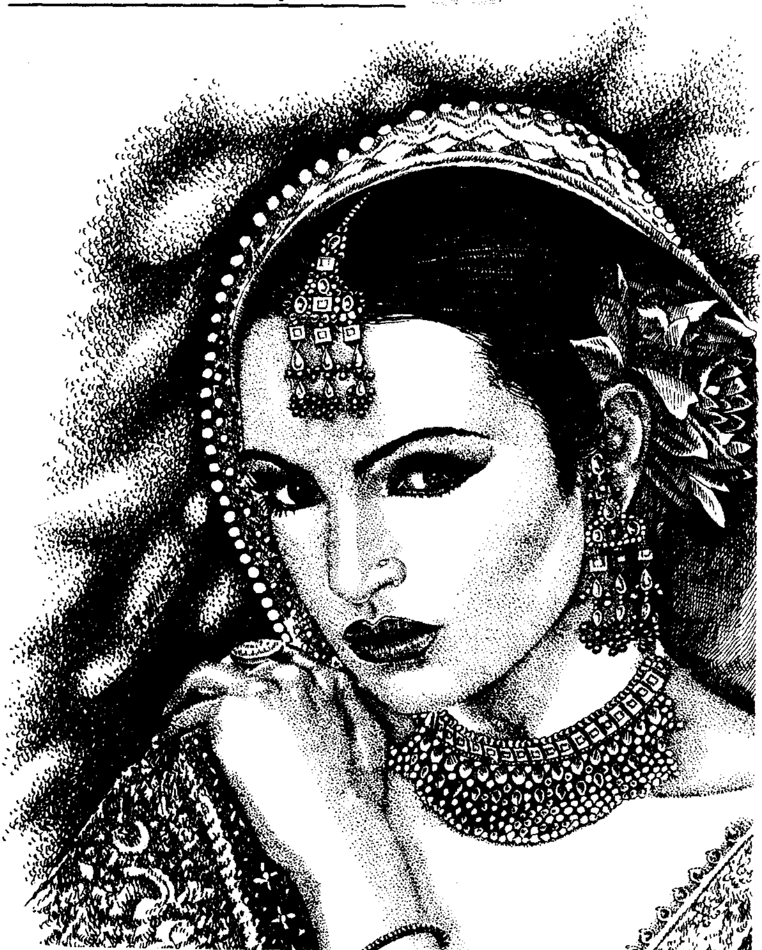
بلقیس بھٹی

نفسیات ——— عدنان

اشتہارات ——— خالدہ جیلانی

قانونی مشیر ——— نورالدین سرکی اینڈ کمپنی

ایڈووکیٹس اینڈ لیگل کونسلرز



بیادِ آسیہ رزاقی

آپ سے کیا پردہ

خاتون کی ڈائری

مجھ سے ملئے

انٹرویو

ناول

مکمل ناول

افسانے



نظمیں غزلیں

رنگا رنگ پھول

میری بیاض سے

پکوان

نفسیات

MEMBER APNS CPNE

رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی

رکن کونسل آف پاکستان نیوز پیپرز ایڈیٹرز

بیوٹی بکس

اگست 2019

جلد 47 شمارہ 4

قیمت 70 روپے

خط و کتابت کا پتہ: خواتین ڈائجسٹ، 37 - اردو بازار، کراچی۔

پبلشر آزر ریاض نے ابن حسن پرنٹنگ پریس سے چھپوا کر شائع کیا۔ مقام: بی 91، بلاک W، نارتھ ناظم آباد، کراچی

Phone: 32721777, 32726617, 021-32022494 Fax: 92-21-32766872

Email: info@khawateendigest.com · Website www.khawateendigest.com



مدیر

کہی ان کہی

خواتین ڈائجسٹ کا اگست کا شمارہ عید نمبر پیشِ خدمت ہے۔
اس بار اگست کا مہینہ دو خوشیاں لے کر آیا ہے۔
عیدالاضحیٰ کا تہوار اور جشنِ آزادی۔
اگست 1947ء میں برصغیر کے مسلمانوں کو آزادی کی نعمت نصیب ہوئی اور ایک علیحدہ وطن کا تحفہ ملا۔
آزادی کتنی بڑی نعمت ہے، اس کا اندازہ لگانا ہو تو کشمیر اور فلسطین کو دیکھیے، جہاں آزادی کی جدوجہد کرتے کئی نسلیں ختم ہو چکی ہیں لیکن ان کی جدوجہد آج بھی جاری ہے۔ وہ آج بھی آزادی کے لیے جانیں دے رہے ہیں۔
غلامی سے بدتر کوئی چیز نہیں۔ یہ انسانی فطرت کو اعلاترین اوصاف سے محروم کر دیتی ہے۔ اس سے بصیرت چھین لیتی ہے۔
آزادی قدرت کا سب سے بڑا انعام ہے۔ اس کی قدر کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے وطن کو سرسبز، خوشحال اور قائم و دائم رکھے۔ آمین۔
آپ سب کو جشنِ آزادی کی مبارک باد پیش کرتے ہیں۔
دوسری قوموں کے برعکس مسلمانوں کے تہوار وسیع معنی و مفہوم رکھتے ہیں۔ عیدالفطر روزہ داروں کے لیے اللہ تعالیٰ کا انعام ہے تو عیدالاضحیٰ ایک عظیم الشان قربانی۔ اطاعت و فرماں برداری کے واقعہ کی یاد میں منائی جاتی ہے۔
اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب حکم ملا کہ اپنے عزیز فرزند اسماعیل علیہ السلام کو اللہ کی راہ میں قربان کر دو تو انہوں نے اور عزیز فرزند نے بھی اطاعت و فرماں برداری سے سر تسلیم خم کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کو اطاعت و فرماں برداری کا یہ جذبہ اتنا پسند آیا کہ اس نے ہر صاحبِ استطاعت مسلمان پر قیامت تک کے لیے لازم کر دیا کہ وہ ہر سال قربانی کر کے اس واقعہ کی یاد تازہ کریں۔
ہماری جانب سے آپ سب کو عیدالاضحیٰ کی تہہ دل سے مبارک باد۔
دعا ہے کہ عید آپ کے لیے حقیقی خوشیاں لے کر آئے۔ آمین۔

ایک چراغ اور بجھا،

ایک روشن دماغ تھا نہ رہا
شہر میں ایک چراغ تھا نہ رہا

بہن آسیہ رزاقی ہمارے درمیان نہ رہیں۔
ایک محبت، مروت، وضع داری اور اخلاق کا پیکر دنیا سے رخصت ہو گیا۔
بہن آسیہ رزاقی کے ساتھ بہت طویل رفاقت رہی۔ وہ جتنی اچھی مصنفہ تھیں، اس سے زیادہ اچھی انسان تھیں۔ ان کی محبت و مروت مثالی تھی۔ کبھی ایسا نہ ہوا کہ ان سے کہانی کی فرمائش کی ہو اور انہوں نے نہ لکھا ہو۔
بہن آسیہ رزاقی نے بہت لکھا۔ اور بہت اچھا لکھا۔ وہ اپنی طرز کی واحد مصنفہ تھیں۔ ان کے نسوانی کردار مشرقی روایت کے امین لیکن بے حد مضبوط ہوتے ہیں۔ تمام نسوانی خصوصیات سے مزین لیکن مشکلات میں ثابت قدم رہنے والے۔ باوفا، محنتی اور جفاکش۔ انتہائی سادہ اور رواں انداز۔ انہیں کہانی لکھنے کا فن آتا تھا۔
آسیہ رزاقی کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا ہے، اس کا پُر ہونا بہت مشکل ہے۔
اللہ تعالیٰ سے دعاگو ہیں، ان کی مغفرت فرمائے۔ انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین۔
قارئین سے درخواست ہے کہ وہ بہن آسیہ رزاقی کی مغفرت کے لیے دعا فرمائیں۔

رنگ ریز میرے،

عفت سحر طاہر کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ وہ قارئین کی پسندیدہ مصنفہ ہیں۔ انہوں نے اب تک جو لکھا، قارئین نے اسے پسند کیا ہے۔
اس ماہ سے ہم ان کا نیا ناول "رنگ ریز میرے" شروع کر رہے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ ان کی دیگر تحریروں کی طرح یہ ناول بھی قارئین کو پسند آئے گا۔ ناول کی قسط پڑھ کر ہمیں اپنی رائے ضرور لکھیں۔

محمود خاور،

اگست کے مہینے میں محمود خاور ہم سے بچھڑ گئے تھے۔ وہ ہماری یادوں میں آج بھی زندہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ آمین۔
قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

قرآن پاک زندگی گزارنے کے لیے ایک لائحہ عمل ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی قرآن پاک کی عملی تشریح ہے۔ قرآن اور حدیث دین اسلام کی بنیاد ہیں اور یہ دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔
قرآن مجید دین کا اصل ہے اور حدیث شریف اس کی تشریح ہے۔
پوری امت مسلمہ اس پر متفق ہے کہ حدیث کے بغیر اسلامی زندگی نامکمل اور ادھوری ہے، اس لیے ان دونوں کو دین میں حجت اور دلیل قرار دیا گیا۔ اسلام اور قرآن کو سمجھنے کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا مطالعہ کرنا اور ان کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔
کتب احادیث میں صحاح ستہ یعنی صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابوداؤد، سنن نسائی، جامع ترمذی اور موطا مالک کو جو مقام حاصل ہے، وہ کسی سے مخفی نہیں۔
ہم جو احادیث شائع کررہے ہیں، وہ ہم نے ان ہی چھ مستند کتابوں سے لی ہیں۔
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے علاوہ ہم اس سلسلے میں صحابہ کرام اور بزرگان دین کے سبق آموز واقعات بھی شائع کریں گے۔

کرن کرن روشنی

ادارہ

چالیس سال پہلے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
''حضرت آدمؑ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آپس میں بحث ہوگئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔
''اے آدم! آپ ہمارے والد ہیں، آپ نے ہمیں محرومی کا شکار کردیا اور گناہ کا ارتکاب کرکے ہمیں جنت سے نکلوادیا۔''
آدم علیہ السلام نے ان سے فرمایا۔ ''اے موسیٰ! اللہ نے آپ کو شرف ہم کلامی کے لیے منتخب فرمایا اور آپ کو اپنے ہاتھ سے لکھ کر تورات دی، کیا آپ مجھے اس بات پر ملامت کرتے ہیں جو اللہ نے مجھے پیدا کرنے سے چالیس سال پہلے میری قسمت میں لکھ دی تھی؟
چنانچہ بحث میں آدم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام پر غالب آگئے۔ موسیٰ علیہ السلام پر غالب آگئے، آدم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام پر غالب آگئے۔'' (تین مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔)
(بخاری)

فوائد ومسائل:
(1) حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ ملاقات، ممکن ہے جنت میں ہوئی ہو، ممکن ہے عالم ارواح میں۔ واللہ اعلم۔
(2) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقصد حضرت آدم علیہ السلام کو یہ طعنہ دینا نہیں کہ انہوں نے غلطی کیوں کی کیونکہ وہ غلطی تو اللہ تعالیٰ نے معاف فرمادی تھی۔ ارشاد ربانی ہے۔
''پھر انہیں ان کے رب نے نوازا، ان کی توبہ قبول فرمائی اور ان کی رہنمائی کی۔'' ان کا مقصد یہ تھا کہ آپ کی وجہ سے تمام انسانوں کو دنیا کی مشکلات مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اس کے جواب میں وضاحت فرمادی

لندن کے اردو اخبارات

انشا جی

ولایت والوں کو اپنے ملک کو ولایت بنانے میں جانے کتنی صدیاں لگیں۔ ہمارے پاکستانی اور ہندوستانی بھائی اسے چند ہی سال میں اپنے ڈھب پر لے آئے ہیں۔ لندن اور برمنگھم کے اردو اخباروں پر نظر ڈالیے، آپ کا جی نہال ہو جائے گا۔ بہت کچھ جو انگریزی زبان میں چھپے تو شاید گرفت میں آ جائے، اردو میں بخوبی چل رہا ہے۔ ڈاکٹروں کے معاملے میں ایسی سختی ہے کہ فاطمہ جناح میڈیکل کالج کی فارغ التحصیل ڈاکٹرنیوں کو بھی فی الحال پریکٹس کرنے کا اذن نہیں۔ لیکن ہمارے عطائی بھائیوں کی راہ انگریز نہیں روک سکا، چنانچہ جہاں اور لوگ پہنچے، وہاں زنانہ اور مردانہ، پوشیدہ اور پیچیدہ بیماریوں کا مجرب اور حکیمی علاج کرنے والے بھی پہنچ گئے۔

کل یہاں کے ایک اردو اخبار میں اشتہار دیکھا کہ چین ہیلتھ سینٹر آرام باغ روڈ کے ممتاز ماہر جنسیات نے جن کے پاس آر۔ ایم۔ پی کی پُراسرار ڈگری ہے، سلو کے علاوہ لوگوں کے پرزور اصرار پر لندن میں بھی اپنا مستقل دوا خانہ کھول دیا ہے جس میں خط و کتابت صیغۂ راز میں رکھی جاتی ہے۔ حکیم صاحب نے اشتہار کے ساتھ اپنی تصویر بھی دی ہے۔ ادھر ٹکر پر ہندوستان کے حکیم ایس ایل بٹ ناگر صاحب بھی جو اٹھارہ میڈیکل کتابوں کے مصنف ہیں، جس میں "ہوم ڈاکٹر" بھی شامل ہے۔ لوگوں کے پرزور اصرار کی تاب نہ لا کر تشریف لے آئے ہیں۔ ان کے اشتہار کے بموجب لاکھوں آدمی گزشتہ تین سال میں ان کے چشمۂ فیض سے سیراب ہو چکے ہیں۔ اتنی بڑی ولایت میں یہ دو حکیم کافی نہ تھے، لہٰذا حکیم صاحب عبدالرحمٰن معالج خاص مردانہ کو بھی مانچسٹر میں مطب کھولنا پڑا ہے۔ یہ خود کو نیچرو پیتھ اور ہربلسٹ لکھتے ہیں۔ یعنی قدرتی طریقوں اور جڑی بوٹیوں سے علاج کرنے والے۔ ان کا دعوا حذاقت بے بنیاد نہیں ہے بلکہ اشتہارا۔ کہتا ہے تقریباً ایک سال کا عرصہ ہوا، ایک صاحب اپنے ایک انیس، سالہ بھتیجے اور اس کی سولہ سالہ دلہن کو لے کر مانچسٹر آئے اور حکیم صاحب سے بیان کیا کہ اس لڑکے کی شادی کو دو ہفتے ہوئے ہیں، لیکن اس نے خودکشی کی کوشش کی ہے۔ اس کا علاج کیجیے۔ حکیم صاحب نے تسلی دی اور دوائی بھی دی۔ لڑکے نے تین ماہ دوائی استعمال کی۔

چند ہفتے ہوئے، وہ حکیم صاحب کے لیے ایک قمیص، ٹائی اور دس پونڈ لڈو بطور تحفہ لائے اور خوش خبری سنائی کہ "جی! بابے کی کرپا اور آپ کے علاج سے سب کچھ ٹھیک ہے۔ میرے بھتیجے کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے اور ہم نے ڈھائی من لڈو تقسیم کیے ہیں۔ لڈو کھائیے۔"

ایک اور ہندوستانی ماہر کی طرف آئیے۔ یہ لندن میں ہی ایشیا کے مشہور و معروف معالج، ماہر جنسیات حکیم کے ترِدیدی۔ ان کی ڈگریاں اور زیادہ لمبی چوڑی ہیں۔

"این۔ ڈی۔ ڈی۔ او۔ پی۔ اے۔ اے، آر۔ ایس۔ ایچ۔"

حیرت ہے کہ انہوں نے باقی کے حروف تہجی کیوں چھوڑ دیے۔ اے سے زیڈ تک استعمال کرنے میں کیا امر مانع تھا۔ یہ کھوئی ہوئی طاقت مردی کے علاوہ کھانسی، زکام، نزلہ، گٹھیا اور پیٹ کے درد کا بھی حکیمی علاج کرتے ہیں۔ البتہ ملاقات کے لیے فون

معروف سرجن

ڈاکٹر سید آصف علی سے ملاقات

شاہین رشید

ڈاکٹرز کو مسیحا کہتے ہیں۔ وہ زندگی تو نہیں دیتے البتہ بہت سی تکلیفیں ان کے علاج سے رفع ہو جاتی ہیں۔ ہر جسمانی اور ذہنی تکالیف کا علاج ان ہی کے پاس ہوتا ہے بس اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھ میں شفاء دے اور ان کا دل بیمار لوگوں کی محبت سے سرشار رہے اور یہ اپنے پیشے کو ایک عبادت سمجھ کر ایمان داری سے اپنے فرائض انجام دیتے رہیں۔

ڈاکٹر آصف علی سید جنرل اور Laparoscopic سرجن ہیں۔ آج ہم ان کے بارے میں آپ کو بتائیں گے کہ ان کی کیا ذمہ داریاں ہیں۔

"کیسے ہیں ڈاکٹر صاحب؟"

"جی اللہ کا کرم ہے۔"

"پہلے تو آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے اپنی مصروفیات میں سے ہمیں ٹائم دیا...... آپ کے پیشے کے متعلق تو باتیں ہوں گی ہی لیکن پہلے آپ اپنا فیملی بیک گراؤنڈ بتایئے؟"

"میں 10 اکتوبر 1979ء میں نواب شاہ میں پیدا ہوا۔ ہماری مادری زبان اردو ہے۔ میرے والدین کا تعلق حیدر آباد سے ہے وہیں ان کا بھی جنم ہوا۔ ہم چار بہن بھائی ہیں۔ دو بہنیں مجھ سے چھوٹی ہیں۔ ایک بڑی ہیں اور میں اکلوتا بھائی...... شادی شدہ ہوں۔ میری بیگم بھی ڈاکٹر ہیں اور وہ پڑھاتی ہیں۔ میرے دو بچے ہیں۔ ایک بیٹا اور ایک بیٹی۔"

"ڈاکٹر بننا آپ کا خواب یا والدین کا اور کیا آپ خاندان کے پہلے ڈاکٹر ہیں؟"

"میرا ڈاکٹر بننا میرے والدین کا خواب تھا بلکہ والد صاحب کی بہت خواہش تھی کہ ان کا اکلوتا بیٹا ڈاکٹر بنے...... ہماری اسکولنگ سعودی عرب میں ہوئی۔ میٹرک سائنس پری میڈیکل سے کیا۔ انٹر پری میڈیکل سے کیا۔ پھر ایم بی بی ایس میں داخلہ بھی مل گیا اور شوق بھی بڑھتا گیا...... اللہ کامیابیاں بھی دیتا رہا، تمام امتحانات اچھے نمبروں سے پاس کیے...... اور الحمدللہ ایک کامیاب ڈاکٹر کی حیثیت سے کام بھی کر رہا ہوں اور میں خاندان کا پہلا ڈاکٹر نہیں تھا بلکہ میرے کچھ کزنز بھی ڈاکٹرز تھے۔"

"(لیپرواسکوپک) Laparoscopic کیا ہوتی ہے اور جنرل سرجن سے کیا مراد ہے؟"

"میرا جنرل سرجن بننے کا کوئی ایسا ارادہ نہیں تھا۔ لیکن جب ٹریننگ ہوئی تو جنرل سرجری میں دلچسپی پیدا ہوئی اور دلچسپی بڑھتی گئی اور پھر "استخارہ" کیا تو اس میں بھی یہی آیا کہ جنرل سرجری کی طرف ہی جانا چاہیے...... اور الحمدللہ مجھے جنرل سرجری میں کامیابی ملی...... "جنرل سرجری" بنیادی طور پر "پیٹ" کی ساری بیماریوں کی سرجری ہوتی ہے، یا جسم میں چھوٹے موٹے Lumph ہو جاتے ہیں، ان کو نکالنے کا کام بھی جنرل سرجن کرتا ہے۔

جنرل سرجری کی بہت سی ٹاپکس یا قسمیں ہوتی ہیں...... اور میں جو سرجری کرتا ہوں وہ Laparoscopic سرجری کہلاتی ہے۔ اس میں کیمرے کے ذریعے آپریشن کیا جاتا ہے اور اس میں مریض کو تکلیف نہیں ہوتی اور مریض اگلے دن گھر جا سکتا ہے چاہے کتنا ہی بڑا آپریشن کیوں نہ ہو وہ آرام سے واک کر کے گھر جا سکتا ہے اور نہ صرف یہ بلکہ "گائنی" کی کچھ سرجریز ہوتی ہیں وہ بھی میں کر لیتا ہوں۔ Laparoscpic کے ذریعے۔ اور

معروف فنکارہ

ماہ نور خان سے باتیں

شاہین رشید

(1) "اصلی نام؟"

"ماہ نور خان۔"

(2) "پیار کا نام؟"

"فی الحال تو کوئی نہیں ہے۔ جس کا جو دل چاہتا ہے اس حساب سے بلا لیتے ہیں۔"

(3) "تاریخ پیدائش؟"

"6 جولائی 1994ء۔"

(4) "قد؟/ستارہ؟"

"5 فٹ 4 انچ/کینسر۔"

(5) "مادری زبان؟"

"پنجابی۔"

(6) "فیملی ممبرز آپ کا نمبر؟"

"تین بھائی اور دو بہنیں۔ میرا نمبر دوسرا ہے۔"

(7) "تعلیم؟"

"ایم اے انگریزی۔"

(8) "شادی؟"

"ابھی نہیں ہوئی۔"

(9) "شوبز میں آمد/گھر والوں کا ردعمل؟"

"شوبز میں آمد تو ہوگئی مگر گھر والوں نے مجھے بہت ٹف ٹائم دیا۔ اگر کہوں کہ بہت ہی زیادہ تو غلط نہ ہوگا۔"

(10) "بچپن کی کوئی بری عادت جو مشکل سے گئی؟"

"بچپن میں کوئی بری عادت نہیں تھی کیونکہ میں ایک سنجیدہ اور اچھی بچی تھی۔ البتہ بچپن میں تھوڑی تلخ ہو جاتی تھی جبکہ اب میں ایسی نہیں ہوں۔"

(11) "پہلی کمائی کس کے ہاتھ میں رکھی؟"

"اپنی امی کے ہاتھ میں رکھی تھی۔"

(12) "ایک ادھورا خواب جو اکثر دیکھتی ہیں؟"

"میرا خیال ہے، خواب ادھورے نہیں ہوتے، انہیں پورا کرنا آنا چاہیے اور ان شاء اللہ میرے سارے خواب پورے ہوں گے مجھے اپنے اللہ پر بھروسا ہے۔"

(13) "آپ کا سورج کب نکلتا ہے؟"

"شوٹ ہو تو جلدی اٹھ جاتی ہوں اور جس دن شوٹ نہ ہو پھر بارہ ایک بجے اٹھتی ہوں۔"

(14) "بھوک کو کم کرنے کے لیے کیا کھاتی ہیں؟"

"میں بھوک کو کم کرنے کے لیے کچھ بھی نہیں کھاتی...... کیونکہ میں ویسے ہی کم کھاتی ہوں۔"

(15) "پاکستان کے لیے کیا سوچتی ہیں؟"

"کہ میں اپنی محنت سے پوری دنیا میں پاکستان کا نام روشن کروں گی۔"

(16) "سیاست میں کون پسند ہے؟"

"کوئی نہیں ...... مجھے کوئی سیاست دان پسند نہیں۔"

(17) "کس ملک کی شہریت کی خواہش ہے؟"

"یو کے یا فرانس کی۔"

(18) "زندگی تب بوجھ بن جاتی ہے جب؟"

"جب اللہ سے دوری ہو تو زندگی بوجھ لگنے لگتی ہے اور اللہ کے جتنا نزدیک آتے جاتے ہیں، زندگی حسین لگنے لگتی ہے اور مشکلات سے بچ جاتے ہیں۔"

(19) "فینز ملتے ہیں تو آپ کا ردعمل؟"

"مجھے بہت خوشی ہوتی ہے کہ جب لوگ ملتے ہیں، میری حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ میری تعریف کرتے ہیں۔ سیلفی لیتے ہیں تو میں اللہ کا بہت شکر کرتی ہوں اور سب سے بہت اچھی طرح ملتی ہوں۔"

عید کا مطلب ہے...... وہ خوشی جو بار بار لوٹ کر آئے۔ عید کا دن خوشیوں کا سورج لیے طلوع ہوتا ہے۔ اس دن کی رونق اور چھب ہی نرالی ہوتی ہے۔ اس دن خاتون خانہ کی مصروفیت عروج پر ہوتی ہے اور عید قربان ہو تو گھر کے مرد بھی مصروف نظر آتے ہیں۔ نماز عید کے بعد قربانی کرنا...... گوشت سنبھالنا اور گوشت سے نت نئے مزے دار پکوانوں کی تیاری۔

ہماری قارئین کس طرح عید مناتی ہیں۔ عید کا دن کیسے گزرتا ہے۔ قربانی کے گوشت کی تقسیم اور مہمان داری سے کیسے نمٹتی ہیں یہ جاننے کے لیے ہم نے حسب روایت سروے کیا ہے۔

سوالات یہ ہیں۔

(1) مہنگائی نے اچھے اچھے لوگوں کو چکرا دیا ہے' جس طرح دنوں اور گھنٹوں کے حساب سے قیمتیں بڑھ رہی ہیں تو یہ ہے اس سال قربانی کے جانور بھی بہت مہنگے ہوں گے۔ کیا آپ اس سال قربانی کا ارادہ رکھتی ہیں؟

(2) کیا آپ بھی قربانی کا جانور خریدنے منڈی گئی ہیں۔ یہ تجربہ کیسا رہا؟ کوئی دلچسپ واقعہ؟

(3) عیدالاضحیٰ کے دن کا آغاز کیسے ہوتا ہے۔ نماز عید کے بعد آپ کی کیا مصروفیات ہوتی ہیں؟

(4) قربانی کے گوشت کی تقسیم کیسے کرتی ہیں۔ کیا رانیں اور دست علیحدہ کٹوا لیتے ہیں خاص رشتے داروں کے لیے؟

(5) کیا عیدالاضحیٰ پر رشتہ داروں' دوست احباب کی دعوت کرتی ہیں؟ گوشت کی کوئی خاص ڈش جو آپ کے گھر ضرور بنتی ہو؟

آئیے دیکھتے ہیں ہماری قارئین نے کیا جوابات دیے ہیں۔

عیدِ قرباں اور آپ

ادارہ

خدیجہ اکرم...... بہار کالونی' کراچی

(1) پہلا سوال کہ قربانی کا ارادہ رکھتی ہیں تو اس کا جواب ہے کہ ان شاء اللہ ضرور۔ اپنے شوہر سے جب بھی پوچھتی ہوں تو ان کا جواب بھی یہی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کروانی ہے۔ میں نے تو بس لانی ہے تو ان شاء اللہ، اللہ تعالیٰ ضرور توفیق دے گا۔

(2) قربانی کا جانور خریدنے تو کبھی نہیں گئی۔ میرے شوہر اور دونوں بیٹے جاتے ہیں۔ جانور خرید کر بچوں کو رکشے میں جانور کے ساتھ بٹھا دیتے ہیں۔ گھر لاتے وقت اوپر چڑھانا ہی بہت بڑا مسئلہ بن جاتا ہے کیونکہ چوتھے فلور پر ہمارا فلیٹ ہے تو جانور کون سا سیڑھیاں چڑھے ہوئے ہوتے ہیں تو وہ بھی عجیب تماشا بنا جاتا ہے۔ اس کو گھر لانا۔ اس نے گھر میں گھستے ہی پیشاب، مینگنیاں کرنی ہوتی ہیں پھر اس کی صفائی اور اس کی دیکھ بھال۔ جتنے دن رہتا ہے، بچے بس اسی میں مگن رہتے ہیں۔

(3) عیدالاضحیٰ کے دن کا آغاز فجر کی نماز کے وقت سے ہوتا ہے۔ فجر پڑھ کر نماز عید کی تیاری کرتے ہیں کیونکہ ہم عورتیں بھی عید کی نماز پڑھنے عیدگاہ جاتے ہیں تو جلدی سے تیار ہو کر پیدل ہی جانا ہوتا ہے تو جلدی جلدی نکلتے ہیں۔ نماز پڑھ کر سب سے مل ملا کر واپسی کی راہ لیتے ہیں پھر گھر آ کر سب کو ناشتا کروا کر (جو کہ رات کو ہی شیر خورما یا کھیر بنا کر رکھی ہوتی ہے)۔ گھر کی صفائی کرتے ہیں اس کے بعد قربانی کی تیاری کیونکہ میرے شوہر خود ہی ذبح کر کے گوشت وغیرہ بناتے ہیں (قصائی تو نہیں ہیں لیکن ہمارے خاندان میں سب ہی خود جانور ذبح کرتے ہیں)

عفت سحر طاہر

رنگ دے چنریے

ایکسیڈنٹ اس قدر شدید تھا کہ کار کا اگلا حصہ بہت بری طرح پچک گیا تھا۔ ٹرالر کا بھی خاصا نقصان ہوا مگر ڈرائیور کی اپنی بچت ہوگئی تھی وہ بنا رکے وہاں سے فرار ہوگیا۔ ہائی وے پولیس کی پاس ہی گشت کرتی گاڑی سب سے پہلے موقع پر پہنچی۔

"مجھے نہیں لگتا کہ ان دونوں میں سے کوئی بھی بچا ہوگا۔"

ریسکیو ٹیم کو کال کرنے کے بعد ایک پولیس اہلکار نے گاڑی کا جائزہ لیتے ہوئے تاسف سے کہا۔ گاڑی کی اگلی نشستوں پر ڈرائیونگ سیٹ پر ایک مرد اور پسنجر سیٹ پر عورت موجود تھی جو گاڑی کے دروازے اور فرنٹ بری طرح پچک جانے کی وجہ سے اندر دب گئے تھے اور بے حس و حرکت خون میں لت پت دکھائی دے رہے تھے۔ ایکسیڈنٹ کی وجہ سے ٹریفک کی روانی متاثر ہوئی تھی اور لوگوں کا اژدہام وہاں جمع ہونے لگا تھا۔ جنہیں اس تکلیف دہ صورت حال میں بھی جائے حادثہ کی سب سے پہلے "موبائل کوریج" کی فکر لگی ہوئی تھی۔

حق ہاہ...... اس حادثے کا شکار لوگوں کے زندہ بچنے کی کوئی امید نظر نہیں آتی تھی۔ پولیس کو ریسکیو کے عملے کا انتظار تھا۔ گاڑی کی باڈی کاٹ کر ہی دونوں لاشوں کو نکالا جا سکتا تھا۔ اور جب سب ناامید کھڑے تھے اسی وقت کسی بچے کے رونے کی گھٹی گھٹی سی آواز آئی تو دو پولیس اہلکار بے اختیار گاڑی کے پچھلے دروازے کی طرف لپکے جو بری طرح جام ہو چکے تھے۔ ایک پولیس والے نے باقاعدہ اپنی ناک گاڑی کے ڈارک براؤن شیشے کے



سلنیعہ عمیر

صنم اور سینما

''نئی پود کو جب دیکھو ہاتھ میں آدھ فٹ کا موبائل پکڑے، اس پر نظریں ٹکائے رہتی ہے۔ پوچھو تو کہتی ہے اس میں دنیا سمائی ہوئی ہے۔ خبریں، باتیں، کھیل، مزاح سب ہے۔ چاہے تو کتابیں پڑھ لو، چاہو تو فلمیں دیکھ لو۔ لو اب اس گٹھ بھر کی چیز پر فلم دیکھنے کا کیا مزا آتا ہوگا۔ ہیرو ہیروئن تو صرف ایک ایک پور کے نظر آتے ہوں گے۔ فلمیں تو بڑی اسکرین پر ہی جچتی ہیں۔ جب ہیروئن اٹھلا اٹھلا کر گانا گاتی ہے تو اس کی صورت سے پھوٹتے جذبات سینما کے ناظرین کو اس ہی کی ترنگ میں بہنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ ہم نے تو اپنے وقتوں میں خوب سینما دیکھا۔ ان دنوں اور تفریح ہی کیا ہوتی تھی، چند پارک اور شادی بیاہ کی تقاریب بس۔ اس لیے سینما کا اپنا چارم تھا۔ دوسرے شہر سے کوئی مہمان آتا تو اس کو بھی لے کر سینما جاتے، ورنہ امی اور میں برقعہ پہنتے، چھوٹے بہن بھائیوں سے بہانا بناتے کہ کسی بیمار عزیز کی عیادت کو جا رہے ہیں اور سینما آ جاتے۔

ایک روز میں اپنی کالج کی سہیلیوں میں بیٹھی کسی نئی فلم کی کہانی سنا رہی تھی۔

''میرے ابا تو بہت سخت مزاج کے ہیں۔ میں تو آج تک سینما نہیں گئی۔'' زرقا ترسی ہوئی صورت بنا کر ٹکر ٹکر مجھے دیکھ رہی تھی۔

''ہائے بے چاری، کبھی سینما ہی نہیں گئی۔ میں نے دکھ سے سوچا۔ اگلے جمعے میں نے امی کو قائل کیا کہ زرقا کو بھی لے چلیں۔ امی کی محلے میں بہت عزت تھی، ان کا کہا کوئی نہیں ٹالتا تھا۔ زرقا کی امی نے بھی اجازت دے دی۔ ہم برقعے سنبھالتے تانگے میں سوار ہوئے، عورتوں کا فیملی باکس الگ ہوتا تھا۔ ہم مزے سے فلم دیکھنے لگے۔

دو گانے ہی گزرے کہ زرقا کے ہاتھ پاؤں اکڑنے لگے۔ پھر اسے عجیب سی کپکپاہٹ طاری ہوگئی۔ ہمیں تو لینے کے دینے پڑ گئے، زرقا کو مرگی تھی۔ اندھیرے اور شور میں اسے دورہ پڑنے لگا تھا۔ امی اور میرے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ اس کے گھر والے کہیں گے نہ جانے کس غیر اخلاقی سرگرمی پر لے گئیں کہ بچی کا یہ حال ہو گیا۔ بڑی مشکل سے امی اور میں اسے سنبھال سنبھال کر تانگے میں بٹھا کر گھر چھوڑ آئے۔ خیر میری بپتا چھوڑیں، سینما تو میری زندگی کا صرف ایک حصہ تھا۔ میں اپنی پیدائش سے بھی پہلے کی کہانی سناتی ہوں۔ ان لوگوں کی کہانی جنہوں نے سینما کو اپنی پوری زندگی بنا لیا تھا۔

☆☆☆

شارقہ خاتون مصلّے پر بیٹھی کوئی وظیفہ کر رہی تھیں۔ یہ وہ وقت تھا جب تہجد گزار مختصر نیند لے کر بستروں سے دوبارہ اٹھ رہے تھے۔ جبکہ شارقہ بیگم کا عشاء کی نماز سے وظیفہ چل رہا تھا۔

وہ کوئی معمولی خاتون نہیں تھیں۔ انگریزوں کے دور کے ایک بڑے مسلمان افسر کی بیوہ تھیں۔ اس دور میں جب افسری کسی کسی کو ملتی تھی، ان کے شوہر پولیس کے اس بڑے عہدے پر براجمان رہے تھے جس پر ان سے پہلے کبھی کوئی مسلمان پہنچ نہیں سکا تھا۔

دولت گھر کی باندی تھی تو عزت گھر والوں کی لونڈی۔ ٹیڈی پیسے کے دور میں وہ گھر والے لاکھوں کی باتیں کرتے تھے۔ ان کے گھر بجلی بھی آ چکی تھی البتہ بجلی ان دنوں تجوری میں بند زیوروں جیسی تھی۔ وہ زیور تجوری میں بند رہ کر چوبیں گھنٹے عزت بڑھاتا ہے مگر استعمال خاص الخاص موقعوں پر ہی ہوتا تھا۔

شارقہ خاتون نے مصلے کا کونا موڑا اور اٹھ کھڑی

زارا ہنجرا

میکے کا مان

"بھابھی! دراصل میں اشتر بھائی سے ملنے آئی تھی۔ عید میں چند دن رہ گئے ہیں، یوں تو ہر سال وہ عید سے مہینہ قبل ہی مجھے رقم بھجوا دیتے ہیں مگر اس بار شاید مصروفیت کی وجہ سے انہیں یاد نہیں رہا اور بھابھی! بچے اس بار ضد کر رہے ہیں کہ ہمیں بکرا لینا ہے۔ میں نے انہیں بہت سمجھایا ہے مگر......"

وہ چاہ کر بھی اپنی بات مکمل نہ کر سکی، ذہن میں ترتیب دیے ان جملوں کا ایک ایک لفظ صدف کی خود دار طبیعت پر گراں تھا۔ یہاں آنے سے قبل اس نے حسنین اور عیشال کو کتنا سمجھایا تھا کہ ہم بکرا نہیں لے سکتے مگر حسنین اس بار اپنی ضد سے پیچھے نہیں ہٹ رہا تھا۔ محلے میں باقی بچے اپنے بکروں کے ساتھ کھیلتے تو حسنین بھی ماں کو مجبور کرتا۔ جب ہی مجبور ماں اپنی بھابھی کے سامنے عرضی لے کر کھڑی ہو گئی۔

"صدف! تمہاری سمجھ میں یہ بات کیوں نہیں آتی کہ تمہارے گھر اور بچوں کی ذمہ داریاں پورا کرنا اشتر کی ذمہ داری ہے نہ ان پر فرض ہے کہ وہ اپنے گھر کے ساتھ ساتھ تمہارے گھر کا بوجھ اٹھائیں۔ تم ہر چیز کے لیے اشتر پر انحصار کرنا چھوڑ دو۔ جب تک تمہاری ماں زندہ تھی، خوب لوٹا تم نے اس گھر کو، مگر اب ہمیں بخش دو۔"

اس کی التجا کے برعکس بھابھی نے جس حقارت سے جواب دیا، صدف کا دل چاہا کہ زمین پھٹ جائے اور وہ اس میں سما جائے لیکن بھابھی رکی نہیں بلکہ مزید بولنا شروع ہو گئیں۔

"دیکھو بی بی! پیسہ پیڑوں پر نہیں لگتا کہ ہم وہاں سے توڑ کر دوسروں کی جھولیاں بھر دیں۔ بہت محنت کرتے ہیں اشتر۔ دھوم دھام سے شادی کی تھی، اچھا جہیز دیا تھا تمہیں۔ اب یہ تمہاری قسمت کہ تمہارا شوہر بیمار پڑ گیا لیکن بیماری کا تو اس نے محض ایک بہانہ بنایا ہے۔ چاہے تو چھوٹی سی دکان ہی کھول لے۔ سانس کی ہی بیماری ہے کوئی معذوری تو نہیں نا۔ مگر نہیں اس ہڈ حرام کو تو ہمارا کھانے کی عادت ہے۔"

بھابھی جس قدر حقارت سے زہر میں بجھے نشتر چلا رہی تھیں، صدف کے دماغ میں آندھیاں چلنے لگیں۔ اپنے ہی گھر میں آج وہ ذلیل ہو رہی تھی، کچھ اور سننے کی سکت نہ رہی تھی۔ اس لیے وہ چپ چاپ وہاں سے نکل گئی اور پھر کبھی نہ آنے کی قسم کھالی۔ گھر جا کر اس نے بڑی مشکل سے بچوں کو بہلایا مگر خود کئی دنوں تک بھابھی کے زہر خند جملے یاد کر کے روتی رہی۔

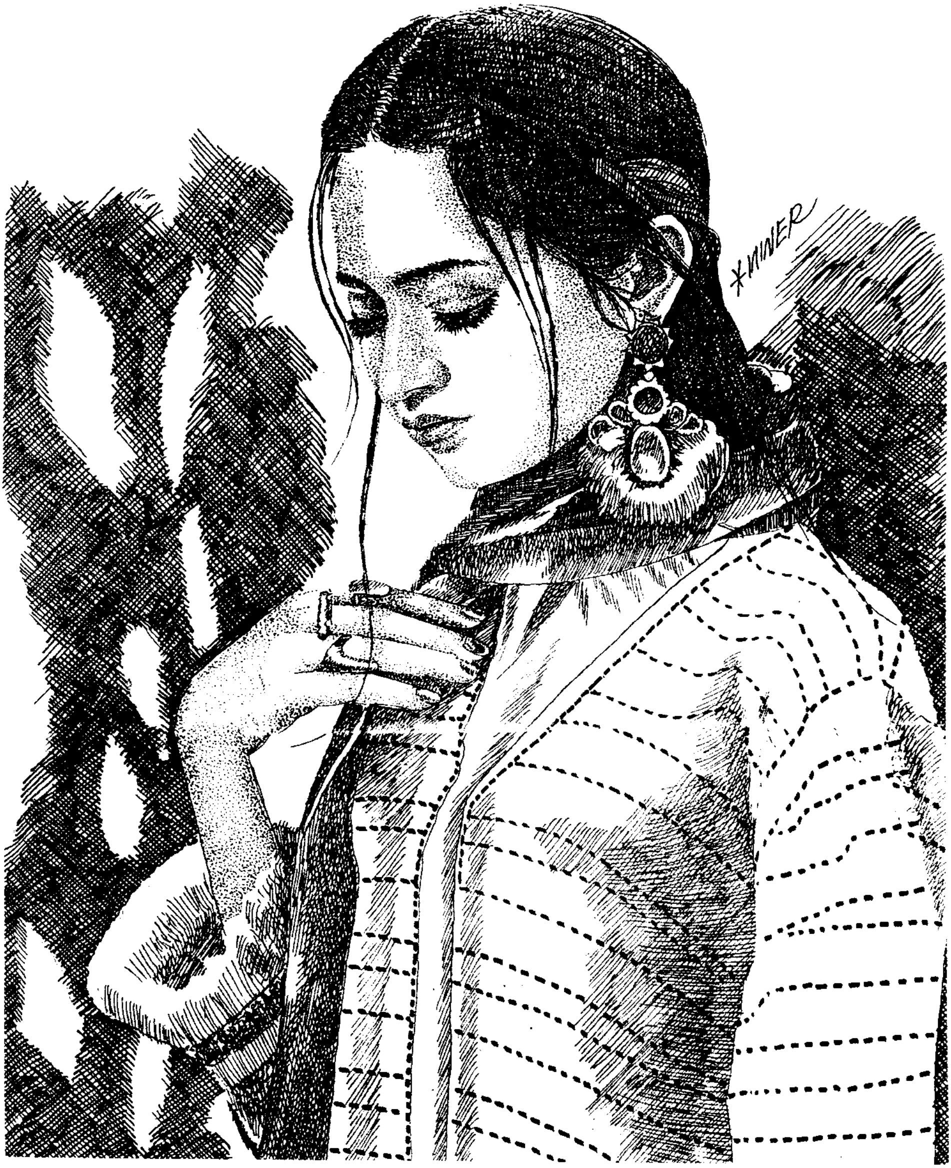
عید سے دو دن قبل بھابھی نے اس کے غریب خانے پر آ کر چند ہزار کے نوٹ اس کی طرف بڑھائے۔

"یہ لو، بچوں کے کپڑوں کے لیے۔ اشتر نے کل دیے تھے۔" مگر صدف نے لینے سے انکار کر دیا اور اس کا یہ انکار اشتر کے دل میں بدگمانیاں پیدا کرنے کے لیے کافی تھا۔

بھابھی نے اس کے خود وہاں آ کر رقم مانگنے والی بات شوہر سے چھپالی مگر اس کے انکار کو اس کی انا اور خود غرضی کا نام دیا۔ شوہر پر یہ ظاہر کیا کہ اس کے حالات اب بہتر ہیں، اس لیے اس نے حقارت سے رقم نہیں لی کیونکہ وہ جانتی تھی۔ اشتر ایک کاروباری انسان ہے اور وہ صرف اپنے کاروباری دوستوں سے

حنا بشریٰ

جستجو



"میں بجّو کے ہاتھ کے دال چاول کھاؤں گا!" گھر کے ایک گوشے سے آواز آتی۔
"بجّو! میری چوٹی کردو......!" ایک پیار و لاڈ بھری فرمائش ابھری۔
"بجّو...... ناشتہ بنا کر نہیں دیں گی ورنہ تو میں بھوکا اسکول چلا جاؤں گا!"
ایک اور لاڈ و دلار کا نرالا انداز۔ صبح سویرے آنگن میں چڑیوں کے شور کے ساتھ سننے کو ملتا تو کسی لب پر مسکراہٹ ہوتی۔ کسی کی آنکھوں میں خوشی جگنوؤں کی طرح چمکتی دکھائی دیتی۔
"بجّو...... بجّو...... بجّو......" صبح سے شام اور شام سے رات ہو جاتی یہ نام کوئی ہزار بار سماعتوں کو سننے کو ملتا۔ اس نام نے ہی اتنی شہرت پالی تھی کہ موصوفہ کا اصل نام تو کہیں پس منظر میں چلا گیا۔ شہرت کی انتہا یہ کہ اب تو ماں باپ بھی اصل نام "رقیہ" بھول کر بجّو ہی پکارنے لگے تھے۔
"اری بجّو! ذرا باورچی خانے سے فارغ ہو کر میرے سر پر مہندی لگا دینا...... آج کتنے دنوں بعد سردی کا زور ٹوٹا ہے۔ سورج نے منہ دکھایا ہے تو سوچا لگے ہاتھوں بالوں کو بھی رنگ لوں......!" اماں فرمائش کرتیں۔
"بس اماں پانچ منٹ، ابھی آئی......" پیار بھری فرمائش کا جواب بھی نہایت تابع داری سے دیا جاتا کہ ماں کا کلیجہ ٹھنڈا ہو جاتا۔
"بجّو! ذرا فارغ ہو کر ایک کپ چائے تو بنا دے۔ سر درد سے پھٹا جا رہا ہے!" مہندی سے لتھڑے ہاتھ دھوتے دیکھ کر ابا میاں کو جب اطمینان ہو جاتا کہ اب وہ فارغ ہو گئی ہے تو خود بھی پکارتے۔
"ابا...... چائے کا پانی چڑھا دیا تھا۔ بس تھوڑی دیر اور......!" وہ مہندی والے ہاتھ دھوتے نہایت خندہ پیشانی سے جواب دیتی کہ باپ خدمت گزاریوں پر ہاتھ اٹھا کر دعائیں دینے لگتا۔
"ابا...... کتنی بار کہا ہے کہ کھانا دکان پر وقت پر کھا لیا کریں۔ اب سر تو درد کرے گا!" چائے کی پیالی کے ساتھ سر درد کی دوا دیتے ہوئے بجّو نے پیار بھری خفگی دکھائی کہ ابا میاں کو اپنا آپ چھوٹے بچے کی طرح لگنے لگا۔
"اب جلدی سے چائے ختم کریں۔ تاکہ سرسوں کا تیل گرم کر کے سر پر مالش کروں۔ کم از کم نیند تو سکون سے آئے۔"
باپ کے دل کی خواہش جو وہ بیٹی کی مصروفیت کے باعث زبان پر نہ لا سکا تھا بجّو نے خود ہی اظہار کیا کہ باپ کا دل خوشی سے جھوم اٹھا۔
"جیتی رہ میری بچی۔ سدا خوش رہ......!"
ہر چھوٹے بڑے کی زبان پر بجّو کی توصیف، ہر لب پر بجو کے لیے دعاؤں نے اسے گھر بھر میں معتبر بنا دیا تھا۔ وہ پانچ بھائی بہنوں میں سب سے بڑی تھی وہ ایسی بڑی بہن تھی جو شاید پیدائشی بڑی تھی۔ اس نے بہت چھوٹی عمر میں ہی گھر کو سنبھال لیا تھا۔ بہت سے چھوٹے بہن بھائی تو اس کی گود میں ہی پلے تھے۔ کسی کا فیڈر، کسی کے کپڑے دھونا، نہلانا، کسی کے بدن پر تیل کی مالش کرنا، اماں کو رات دیر تک دبانا، یوں لگتا تھا کہ بجّو، جیسی اولاد اللہ کی طرف سے ماں باپ کے لیے انمول تحفہ تھی۔ مگر اکثر ایسا ہوتا کہ کسی کی شہرت، کسی کی بڑائی دوسرے کو کھولانے لگتی ہے۔
خوامخواہ دل میں اس سے حسد و جلن کے جذبات پنپنے لگتے ہیں۔ دل میں کینہ و بغض کا ہجوم لگ جاتا ہے۔ ایسی ہی نفرتوں کا ہجوم بجو سے چھوٹی نازیہ کے دل میں لگ گیا تھا۔ نا جانے کیوں اس کی سماعتوں کو یہ لفظ "بجّو" چڑانے لگا۔ اور اس نام کی صدائیں زہر لگنے لگیں بجّو تو خود اس کی بہت مددگار تھی۔ اس کا ہوم ورک کرنا، اس کے کپڑے استری کرنا، اس کا ناشتہ بنانا، کون سا ایسا کام تھا جو بجّو نہیں کرتی تھی۔
"ہائے چھوٹی، کھانا کیوں ٹھیک طرح سے نہیں کھایا۔ طبیعت تو ٹھیک ہے؟"
نازیہ کو بے دلی سے کھانا کھاتے دیکھتی تو بجو کی

مکمل ناول

وہ تھکا ہارا آفس سے گھر لوٹا تو جسمانی تھکن کے باوجود چہرے پر مخصوص مسکراہٹ سجی تھی۔ ماں، باپ کا اکلوتا لاڈلا، ماں باپ سے دور آٹھ گھنٹے کی آفس ڈیوٹی بھگتا کر گھر لوٹتا تو موڈ ہشاش، بشاش ہی ہوتا۔ لیکن آج لاؤنج میں قدم رکھتے کے ساتھ ہی قدم ٹھٹکے اور مسکراہٹ سمٹی تھی۔ کچھ بے یقینی سے والد محترم کے پہلو میں براجمان ہستی کو دیکھا۔ ابرار احمد بیٹے کی آنکھوں میں چھپی حیرت بھانپ چکے تھے۔ اس سے پیشتر حمدان کچھ کہتا وہ خود بول پڑے تھے۔

”بیٹے! یہ تمہاری نئی امی ہیں۔“ گمبھیر سنجیدگی چہرے پر طاری کر کے انہوں نے حمدان کو مخاطب کیا۔ ان کے پہلو میں بیٹھی ہستی نے تیکھی نگاہوں سے انہیں گھور کر حمدان کو دیکھا جس کی آنکھوں کی بے یقینی اب بھی ختم ہونے کا نام نہ لے رہی تھی۔

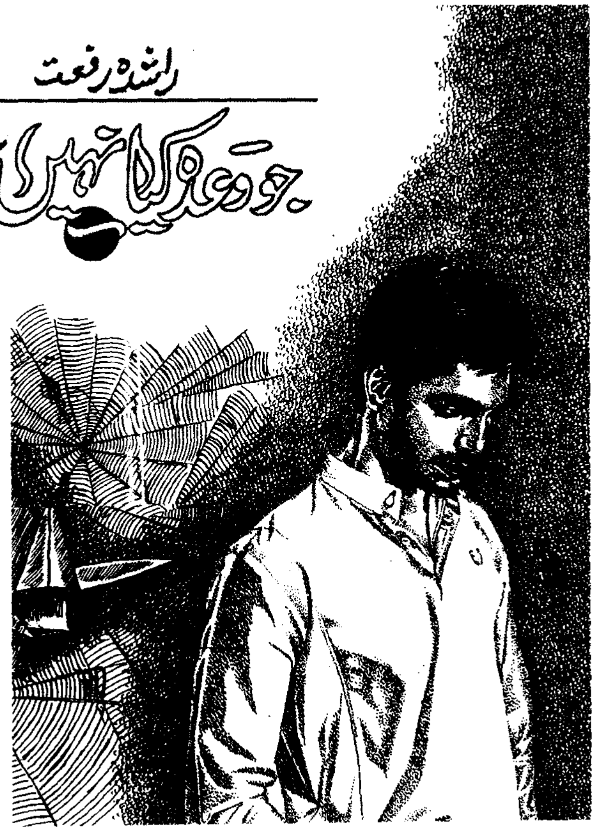
”نئی امی...... تو آخر میری پرانی امی کہاں گئیں؟“ اس نے بھی بھرپور سنجیدگی سے دریافت کیا۔

”سہ پہر کو بیوٹی پارلر گئی تھیں۔ شام ڈھلے یہ خاتون گھر لوٹی ہیں اس دعوے کے ساتھ کہ یہ ہی میری زوجہ محترمہ ہیں۔“ ابرار صاحب نے بیٹے کو آگاہ کیا تھا۔ نائلہ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔

”بہت ڈرامے ہو گئے آپ باپ بیٹے کے۔ بجائے اس کے کہ آپ میری نئی لک کو سراہتے۔ یہ بتاتے کہ میرا نیا ہیئر اسٹائل مجھ پر کتنا سوٹ کر رہا

راشدہ رفعت

جو وعدہ کیا نبھا دیا



شازیہ الطاف ہاشمی

جھٹکا

"یہ جو بلی ہے ناں، یہی سب سے بڑی نحوست ہے اس گھر کی۔ فساد کی جڑ، اصل فسادن لوگوں کی بھابھیاں ہیں آگے پیچھے پھرتی ہیں نندوں کے اور یہ ہے کہ یا تو ٹسوے بہا رہی ہے یا ٹکر ٹکر صورت تک رہی ہے۔ کیسی عورت ہے یہ۔" سعیہ عرف سنوں کو بڑے گلے شکوے رہتے تھے بلی بھابھی سے۔ وہ ابھی بھی اماں کے سامنے بیٹھ کہہ رہی تھی۔ اماں نے بھی فوراً کہا۔

"یہ ہے ہی منحوس، جب سے آئی ہے، ہمارے نصیبوں پر سیاہی پھر گئی ہے۔ ہر وقت روتی صورت بنائے رکھتی ہے۔"

"ناں اماں یہ نہیں سدھرنے کی۔ آج اپنا صندوق کھولے اپنے میکے والوں کی سستی کراکری سیٹ کر رہی ہے۔ کل کو یہی برتن نکال کے استعمال کرے گی اور پھر اپنا چولہا میرے بھائی سمیت لے کر الگ ہو جائے گی۔"

سنعیہ بڑی ملول دکھائی دے رہی تھی۔ نرمی کو اگرچہ اس کے چہرے سے رخصت ہوئے عرصہ گزر چکا تھا۔ مگر تھی بڑی دلیر، ایک ہی وار میں بلی بھابھی کو فرش پر گرا لیا کرتی اور پھر تھپڑوں کی بارش، جب بھائی آتا کمال ہوشیاری سے اس کے گلے جا لگتی اور وہ رونا پیٹنا مچاتی کہ بلی بھابھی کو کٹاس لگنا یقینی ہو جاتا۔

"اماں اس کی پیٹھ تھپک کر کہتی "میری دھی سے زبان چلائے گی تو یہی انجام ہو گا۔"

ایسے کئی انجام انہوں نے مل کر سرانجام دیے تھے۔

اس کی کیا مجال کہ شوہر کے ساتھ (میرے بیٹے کے ساتھ) اندر کمرے میں بیٹھ کر ہنسی ٹھٹھول کرے، بے حیا کہیں کی۔ جب تک میری پھولوں سی نازک بچی اس گھر میں رہے گی۔ اس گھر کے طور طریقے نہیں بدل سکتے۔ اسے شرم و حیا کے دائرے میں رہنا ہو گا۔ نہیں تو گھر سے نکالنے میں لمحہ نہیں لگاؤں گی۔ اس جیسیاں بڑی دیکھی ہیں۔"

انہوں نے نئی نکور اسٹیل کی پرات بلی بھابھی کے صندوق سے نکالی تھی۔ اسے سرعت سے اپنے صندوق میں منتقل کیا اور مسکرا دیں۔

☆☆☆

بڑے سے صحن، خوب گھنی چھاؤں والا گھر تھا۔ نیچے کھڑی چارپائیاں بچھی رہتیں، تندور سے گرم روٹیاں اترا کرتیں۔ ٹھنڈے پانی کے گلاس پی کر رب کا شکر ادا کرتے دیکھا تھا اس نے مگر یہ نکاح سے پہلے کی بات تھی۔ اب تو ہر طرف ناشکری بکھری پڑی تھی۔

"بڑی مہنگائی ہے۔ سرف بڑا مہنگا ہے اور آٹا کون سا تیرے باوا نے بھجوایا ہے جو یوں پرات بھر بھر کے گوندھا جا رہا ہے۔" گن کے دی گئی دو روٹیاں ایک کٹوری سالن اور مرید حسین کی بہنوں کی فوج جو پہلے روٹیاں باری باری پکایا کرتی تھیں۔ اب ہاتھ پہ ہاتھ دھر کے بیٹھ کر کھانے لگی تھیں۔

اتنے بڑے گھر کی صفائی ستھرائی اور پھر بیاہی بہنیں جو سنا تھا سب اپنے اپنے گھر کی ہیں، اپنے گھر کی ہو کر بھی اپنا گھر ان کا میکہ ہی تھا۔ مہینوں بعد بھی سسرال کا چکر لگا تو ٹھیک ورنہ پاؤں پسار کر گہری نیند کے مزے لوٹتیں۔ بلی کے نام کے ساتھ "بھابھی" کا

نعیمہ ناز

یزداں

آفاق یزدانی......ایک مشہور ادیب ہے جسے اپنے دماغ اور یادداشت پر بہت ناز ہے۔ایک ادبی تقریب میں اسے تعبیر نظر آتی ہے، وہ بھی افسانے لکھتی ہے۔

پہلی نظر میں وہ اسے اپنانے کا فیصلہ کرلیتا ہے۔رشتہ دیتا ہے۔شادی ہوجاتی ہے۔آفاق عیاش یا اوباش نہیں ہے، اس کو نگر نگر گھومنے کی عادت ہے۔وہ اس طرح کہانیاں جمع کرتا ہے۔شادی کے بعد پانچ سال وہ تعبیر کے ساتھ رہتا ہے۔دونوں بہت خوش ہیں، دو بچے بھی ہوجاتے ہیں۔

آفاق باہر جانا چاہتا ہے۔وہ کہتا ہے کہ ایک جگہ رہوں گا تو میری صلاحیت زنگ آلود ہوجائے گی۔تعبیر کو یہ بات پسند نہیں لیکن وہ آفاق کو روک نہیں پاتی۔

آفاق لندن میں اپنے چچازاد بھائی طارق کے پاس ٹھہرتا ہے۔طارق زندگی سے بھرپور، خوش باش انسان ہے۔کچھ دن ٹھہر کر آفاق واپس آجاتا ہے۔وہ تعبیر اور بچوں کے لیے ڈھیروں تحائف لاتا ہے لیکن اپنے لیے کچھ بھی نہیں لاتا۔

ناولٹ





سمیرا عثمان گل

دوہری اذیت

یہ اس کا دوسرا شوہر تھا۔ بس شوہر۔ زندگی کا ساتھی نہیں تھا اور کیا پتا ہو بھی سکتا تھا اگر وقت ایسے ہی اس پر مہربان رہے اور وقت مہربان ہو بھی جاتا تو قسمت اسے ہرانے پر تلی ہوئی تھی۔

"کیسی ہو اب۔" وہ مہربان لہجہ سماعتوں سے ٹکرایا۔

"ٹھیک ہوں۔" تھوک نگلتے ہوئے وہ بمشکل ہی بول پائی تھی۔ آنسوؤں کا پھندا تھا جو گلے میں اس قدر چبھ رہا تھا کہ اب خراش ہونے لگی تھی۔

"کھانا لایا ہوں۔ میز پر لگا دیا ہے۔ آؤ کھا لو۔" وہ اس کا ہاتھ تھام کر اٹھانے لگا تھا ایسا نرم لہجہ اتنا میٹھا انداز...... یوں تو کبھی کسی نے اس کا خیال نہیں کیا تھا۔

آج شام سے کچھ لمحے قبل ان کا نکاح ہوا تھا اور پھر وہ اسے اپنے گھر لے آیا تھا۔ وہ اسے اس گھر میں لے کر آنا نہیں چاہتا تھا لیکن کہیں اور اتنے کم ریٹ میں مزید کوئی مکان ابھی تک نہیں ملا تھا۔

اور اس دیوار کے ساتھ ہی تو وہ دیوار تھی جس کے اس پار اس کا اپنا گھر تھا۔ دل میں عجیب سی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔ اسے رہ رہ کر اپنے بچوں کا خیال آ رہا تھا جانے اس کے بچے کس حال میں تھے۔ اس کا دل چاہ رہا تھا۔ ابھی چھت پر جائے اور منڈیر سے

کرن نعمان

محبت کی حدوں کو

شاہ خاور نے بہت دنوں بعد اپنی جھلک دکھائی تھی۔ موسم شان دار تھا۔ وہ سینئر وارڈن سے اجازت لے کر جیک کی وہیل چیئر دھکیلتی پیٹرز گارڈن میں نکل آئی تھی۔ اس وقت اس کی ڈیوٹی جیک کے ساتھ تھی۔

"دیکھو جیک! آج موسم کتنا سہانا ہے' گہرے

مکمل ناول



بادلوں سے جھانکتے سورج کی کرنیں شفق پر کتنا حسین منظر بنا رہی ہیں۔ ہر طرف پھول ہی پھول ہیں۔ اودے' نیلے' پیلے' شوخ رنگ پھول..." اس نے جیک کے سامنے آکر اس کا ایک طرف کو ڈھلکا ہوا سر سیدھا کیا اور ہونٹوں کے کناروں سے بہتی لال وائپ سے صاف کی۔ پھر پیچھے جاکر وہیل چیئر کے ہینڈل سنبھالے اور ٹریک پر آگے بڑھ گئی۔ تب ہی اس نے بہت دور سے آتی شرلی کی آواز سنی۔

"ہے رابی! کوئی ملنے آیا ہے تم سے..."

اسے حیرت ہوئی۔ مجھ سے ملنے کون آسکتا ہے۔ شاید سمیرا ہوگی۔ اس نے وہیل چیئر کو موڑا اور واپس مین سینٹر لیونگ کی طرف چل دی۔ جیک کو اس کے بیڈ پر لٹاکر اس نے کمبل سے اس کا جسم ڈھانپا۔ سیم کو اس کا خیال رکھنے کی ہدایت کرکے وہ ویٹنگ روم کی طرف آگئی۔ اندر آکر اس نے دروازہ بند کیا تو سامنے بیٹھے شخص نے اپنے چہرے کے سامنے سے میگزین ہٹایا۔ وہ چہرہ دیکھ کر رابعہ کے چہرے پر آئی استقبالیہ مسکراہٹ پہلے حیرت میں بے یقینی اور پھر حیرت میں...

"خالد!" اس کے کپکپاتے لبوں نے جیسے یہ نام چھوا۔ اس بے یقینی کی کیفیت میں خالد بھی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"رابعہ!" خالد کی بانہیں آپ ہی پھیلتی چلی گئیں۔ رابعہ کے ہونٹوں نے خالد کا چہرہ دیوانہ وار چوما۔ آنسوؤں کی لڑیاں اس کے چہرے پر پھسلتی جارہی تھیں۔ خالد نے ہاتھ کے پوروں سے اس کے آنسو صاف کیے اور اپنے ہونٹ اس کے ماتھے پر ثبت کردیے۔

فائزہ ثمرین

بھولے میاں بنے دولہا

نام تو ان کا اقبال احمد تھا مگر عرفیت بھولے میاں پڑ گئی۔ کب اور کیوں یہ تو ایک لمبی داستان ہے۔

پہلوٹی کی اولاد تھے اور خاصے لاڈلے، کیونکہ بچپن میں بیمار بھی خوب رہے پھر ان کے بعد اوپر تلے کی



تین بہنوں نے ان کی اہمیت اور بھی بڑھادی۔ گو پھر یہ اکلوتے بھائی نہ رہے اور ایک اور بھائی بھی بہنوں کے بعد آوارد ہوئے مگر ان کی اہمیت مسلمہ رہی۔

☆☆☆

سخت گرمیوں کے دن اور بھولے میاں کھیلنے کے شوقین۔ اماں، باوا میں تو ان کی جان بند تھی۔ جیتے ہی انہیں دیکھ دیکھ کر جیتے تھے، وہ کاہے انہیں لو کے تھپیڑے کھانے باہر بھیجتے۔ سو انہیں دل مسوس کر دوپہر کو سونا ہی پڑتا، مگر عصر کے بعد نہا دھو کر کھیلنے نکلتے تو دوستوں کی بھری دوپہر میں کی گئی شرارتوں کی روداد سنتے۔ بچپن کے البیلے، روپہلے دن تھے، ان کا بھی جی للچاتا...... مگر۔

خیر ایک دن انہوں نے خوب توڑ نکالا۔ دوپہر کو سارا گھر تہہ خانے میں سوتا تھا، 70ء کا زمانہ تھا۔ ائیر کنڈیشنر تو خواب ہی تھا، مگر تہہ خانہ خوب ٹھنڈا ہوتا۔

آخر ایک دن ان کو سوجھ ہی گئی۔ آنکھیں بند کرکے سوتے بن گئے، جیسے ہی اماں باوا کی آنکھ لگی، یہ قلانچے بھرتے باہر نکلے پھر کچھ سوچ کر دروازے کے آگے کنڈی بھی لگادی تاکہ کسی کی آنکھ کھل بھی جائے تو باہر نکل کر ان کے کھیل میں خلل نہ ڈال سکے۔ خیر کھیل میں ایسے لگے کہ تہہ خانے میں قید "بے چارے" ماں باپ اور بہن بھائی کا خیال ہی دماغ سے نکل گیا۔ وہ بھوکے پیاسے شام تک تہہ خانے کا دروازہ پیٹتے رہ گئے۔

جب بھولے میاں کا کھیل بند ہوا تو ان کی خلاصی ہوئی اور اس کے بعد بھولے میاں کا کیا حال ہوا یہ بتانا ضروری تو نہیں، آپ خود سمجھ دار ہیں۔

☆☆☆

اس زمانے میں بچوں کو دیر سے اسکول بھیجنے کا رواج تھا۔ آج کل کی طرح نہیں کہ تین سال کے ہوئے نہیں اور اسکول پہنچ گئے۔ ان کو بھی آٹھ سال کی عمر میں ناظرہ قرآن ختم کرنے کے بعد اسکول داخل کروایا گیا، کھیل کے شوقین تو خیر شروع سے ہی تھے مگر جب اسکول جاتے تو ایسے لگتا گویا قید خانے کو جاتے ہوں۔

ابا بینک منیجر تھے، یہ تو ہو نہیں سکتا تھا کہ بھولے میاں ان پڑھ رہ جاتے مگر اسکول جاتے ہوئے جب تجو سنارے اور دینے موچی کے بیٹوں اور ان کے سنگی ساتھیوں کو مزے اڑاتے دیکھتے تو جی مسوس کر رہ جاتے۔ خیر اس کا حل بھی سوجھ ہی گیا۔

صبح کو اماں کے ہاتھ کا مزے دار ناشتا اڑاتے، اسکول کے لیے توشہ دان بھرواتے اور اسکول روانہ ہوتے۔ مگر اسکول جانے کے بجائے اگلی گلی کی خالہ خیرن کے گھر پہنچ جاتے، ان کی مرغیوں کے ڈربے میں اپنا بستہ چھپاتے اور مزے سے دوستوں کے ساتھ کھیل کود میں مشغول ہوجاتے۔ درمیان میں بھوک لگتی تو توشہ دان سے خود بھی کھاتے، یار لوگوں کو بھی کھلاتے مگر آخر کب تک۔ ایک دن خالہ خیرن نے پکڑ ہی لیا اور پھر ایسی درگت بنی کہ بھولے میاں سب کچھ بھول گئے مگر دوبارہ اسکول کا راستہ نہ بھولے۔

☆☆☆

ویسے تو بھولے میاں اماں، باوا کے خاصے لاڈلے تھے اور ان کو اندر، باہر کے کام وغیرہ اتنے بتائے بھی نہ جاتے مگر جو بتائے جاتے وہ بھی ایسی خوبی سے کرتے کہ دوبارہ ان سے کوئی کام کروانے سے توبہ کرلی جاتی۔

ایک دن اماں نے کچھ سودا سلف لینے بھیجا، ایک دو گلی چھوڑ کر ہی بازار تھا۔ ضرورت کی ہر چیز مل جاتی، خیر سارا سامان جب لے لیا تو کافی زیادہ اور بھاری لگا، اسے کندھے کے رومال میں باندھا اور کندھے سے لٹکا کر گھر کو چلے۔ راستے میں ایک دو دوست مل گئے تو ان سے حال احوال اور باتوں میں لگ کر موصوف ذرا دیر سے گھر پہنچے۔

اتنے میں اماں جی گھر کے دروازے تک کوئی دس چکر تو لگا ہی چکی ہوں گی۔ بھولے میاں کو آتے دیکھ کر سکھ کا سانس لیا۔ کام کو بھی خاصی دیر ہوگئی تھی، فوری ضرورت نہ ہوتی تو بھولے سے کیوں منگواتیں۔ مگر بھولے میاں کو خالی ہاتھ دیکھ کر ماتھا پیٹ کر رہ گئیں، سامان کا پوچھا تو بھولے میاں نے فخریہ کندھے سے رومال اتار کر آگے کیا کہ "یہ رہا سامان" مگر یہ کیا رومال میں تو تنکا تک نہ تھا، بولے۔

نمرہ احمد

حالم

''کیا؟''

''تم کچھ عرصے کے لیے سنگاپور یا تھائی لینڈ چلی جاؤ۔''

''میں بھاگ جاؤں؟''

''ابھی تمہارا نام کسی ایگزٹ کنٹرول لسٹ میں نہیں ہے۔تم قانونی طور پہ ملک سے باہر جاسکتی ہو۔میں علاج' بیماری وغیرہ کے پیپرز تیار کر دوں گا۔تم آرام سے سال چھ ماہ باہر گزارو۔تب تک الیکشن قریب آجائیں گے اور یہ سیاسی کیس دب جائے گا۔اگلے سال فاتح وزیراعظم بن جائے گا اور اس کے دور حکومت میں تم واپس آجانا۔''

''مگر میں بیمار نہیں ہوں' دولت صاحب۔''

اس نے چیخ کے بات کاٹی۔''میں جھوٹ بول کے باہر کیوں جاؤں؟ میں کیوں بھاگوں؟ جو جرم میں نے نہیں کیا' اس سے میں کیوں ڈروں؟''

''اور اگر وہ ان جرائم کو سامنے لے آئے جو تم نے کیے ہیں؟''

کار میں ایک دم سناٹا چھا گیا۔وہ دونوں چند

اٹھائیسویں قسط



شگفتہ جاہ

رنگ برنگے پھول

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"لوگ سونے چاندی کی معدنی کانوں کی طرح ہیں جو جاہلیت میں اچھے ہوتے ہیں، وہ اسلام قبول کرنے کے بعد بھی اچھے ہوتے ہیں جبکہ وہ دین کی سمجھ حاصل کرلیں۔ (مسلم)

ابلیس کی تین باتیں،

حضرت ابوامامہ باہلی فرماتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو ابلیس کے لشکر اس کے پاس آئے اور کہنے لگے۔

"ایک نبی کی بعثت ہوئی ہے اور ایک امت پیدا کی گئی ہے۔"

ابلیس نے پوچھا "کیا وہ امت دُنیا سے محبت کرتی ہے؟"

لشکر نے جواب دیا "ہاں وہ دُنیا سے محبت کرتے ہیں۔"

تو ابلیس کہنے لگا "اگر وہ دُنیا سے محبت کرتے ہیں تو اس سے فرق نہیں پڑتا کہ وہ بت پرستی نہیں کرتے۔ میں تین باتیں لے کر ان کے پاس جایا کروں گا جس سے وہ گمراہ ہوں گے۔"

ابلیس کے لشکر نے پوچھا "کون سی باتیں؟"

ابلیس نے کہا۔

1. ایک یہ کہ وہ غلط طریقے سے مال کمائیں۔
2. دوسری یہ کہ وہ اہل حقوق پر مال خرچ نہ کریں۔
3. تیسری یہ کہ وہ غلط راستوں پر اپنا مال خرچ کریں۔

یہ تین باتیں ان کی خرابی کی بنیاد ہوں گی۔

نمک حرام،

ایک مرتبہ حضرت جبرئیلؑ فرعون کے پاس ایک فرمان لائے جس کا مضمون تھا۔

"بادشاہ کا کیا حکم ہے، اپنے غلام کے حق میں جس نے اپنے مالک کے مال و نعمت پر پرورش پائی پھر اس کی ناشکری اور اس کے حق میں منکر ہو گیا اور اپنے مولا کا مدعی بن گیا۔"

اس پر فرعون نے جواب لکھا۔

"جو نمک حرام غلام اپنے آقا کی نعمتوں کا انکار کرے اور اس کے مقابل آئے۔ اس کی سزا یہ ہے کہ اسے سمندر میں ڈبو دیا جائے۔"

چنانچہ جب فرعون دریا میں ڈوبنے لگا تو حضرت جبرئیلؑ نے اس کا وہی فتویٰ اس کے سامنے کر دیا۔ فرعون نے اس کو پہچان بھی لیا لیکن وقت اس کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔

سبق،

ایک نوجوان اپنی بیوی کو گھونسوں سے مار رہا تھا۔ اور بیوی زبان چلائے جا رہی تھی۔ اسی دوران ادھر سے ایک دانا بزرگ کا گزر ہوا۔ یہ ماجرا دیکھ کر بزرگ نے نوجوان سے کہا۔

"پُتر! عورت کو گھونسوں سے نہیں بلکہ عورت سے مارا جاتا ہے (یعنی عورت پر عورت "سوتن" لا کر)

نوجوان نے مارنا بند کر دیا۔ عورت نے بابے سے مخاطب ہو کر کہا۔

"چل او ئے بابے! جا کتے ہو رجا۔ یہ ہم دونوں میاں بیوی کا آپس کا معاملہ ہے۔" پھر پیار سے خاوند سے بولی۔

"سرتاج! مار یے نا۔"

ارم کمال۔ فیصل آباد

امت الصبور

خواتین کی ڈائری

ماریہ سید واجد علی کی ڈائری سے

محبتوں میں جو دشمن جاں ہوتے ہیں' ان ہی پر جان جاتی ہے۔ احمد ندیم قاسمی کی یہ غزل ان ہی کیفیات کا اظہار کرتی ہے۔

جو لوگ دشمن جاں تھے' وہی سہارے تھے
منافع تھے محبت میں نہ خسارے تھے

حضور شاہ بس اتنا ہی عرض کرنا ہے
جو اختیار تمہارے تھے' حق ہمارے تھے

یہ اور بات بہاریں گریز پا نکلیں
گلوں کے ہم نے تو صدقے بہت اتارے تھے

خدا کرے کہ تری عمر میں گنے جائیں
وہ دن جو ہم نے ترے ہجر میں گزارے تھے

مسئلہ یہ ہے مرے عہد سخن کا ساجد
بولتے سب ہیں مگر بولنے والے چپ ہیں

سمیرا کوثر کی ڈائری سے

کبھی کبھی ہم زندگی میں صحیح فیصلہ نہیں کر پاتے ہیں۔ جو کچھ کرتے ہیں، اس کے برعکس نتائج کی توقع رکھتے ہیں۔ اس نظم میں اسی بات کو بیان کیا گیا ہے۔

یہ کیا کہ سورج پہ گھر بنانا
پھر اس میں چھاؤں تلاش کرنا
کھڑے بھی ہونا تو دلدلوں پر
پھر اپنے پاؤں تلاش کرنا
یہ کیا کہ شہروں میں آ بھی جانا
چمکتے خوابوں کو ساتھ لے کر
بلند و بالا عمارتوں میں
پھر اپنے گاؤں تلاش کرنا

فاریہ غزل کی ڈائری سے

موجودہ حالات کے تناظر میں اعتبار ساجد کی غزل۔ دیکھیں اس تیرہ شبی اور ظلمت کو شاعر نے کس طرح محسوس کیا ہے۔

خواب تعمیر وطن دیکھنے والے چپ ہیں
ظلمتیں محو تکلم ہیں' اجالے چپ ہیں

لگتا ہے کوئی زنجیر چھنک اٹھتی ہے
ورنہ اخبار ہیں خاموش، رسالے چپ ہیں

دل کی دھڑکن کے سوا کوئی بھی آواز نہیں
لوگ ہونٹوں پہ لگائے ہوئے تالے چپ ہیں

ثوبیہ قطب کی ڈائری سے

میری ڈائری میں تحریر یہ غزل مجھے بہت پسند ہے۔ آپ بھی پڑھیے اور اقبال عظیم کو داد دیجیے۔

مانا کہ زندگی سے ہمیں کچھ ملا بھی ہے!
اس زندگی کو ہم نے بہت کچھ دیا بھی ہے

قاتل نے کس صفائی سے دھوئی ہے آستین
اس کو خبر نہیں کہ لہو بولتا بھی ہے

یہ حسن اتفاق ہے یا حسن اہتمام
ہے جس جگہ فرات وہیں کربلا بھی ہے

خالد جیلانی

میری بیاض سے

ثمینہ اکرم ——— کراچی

آواز میں ٹھہراؤ تھا آنکھوں میں نمی تھی
اور کہہ رہا تھا میں نے سب کچھ بھلا دیا

اُمّ عبدالمقیت ——— کراچی

اپنے خلاف فیصلہ' خود ہی لکھا ہے آئینے
ہاتھ بھی مل رہے ہیں آپ' آپ بہت عجیب ہیں

سیّدہ نسبت زہرا ——— کہروڑ پکا

بزم میں تیرے نہ ہونے کا سوال آیا بہت
تو نہیں تھا تو آج تیرا خیال آیا بہت

فائزہ بھٹی ——— پتوکی

مانا کہ بہت قیمتی ہے وقت تیرا
ہم بھی بہت نایاب ہیں' یہ تو نے ہی کہا تھا

نمرہ، اقراء ——— کراچی

ہر قدم گریزاں تھا، ہر نظر میں وحشت تھی
مصلحت پرستوں کی رہبری قیامت تھی
منزل تمنا تک کون ساتھ دیتا ہے
گردِ سعیٔ لاحاصل ہر سفر کی قسمت تھی

اقصیٰ ناصر ——— گلستان جوہر

مرحلۂ دشوار آیا ہے' ظرف سب کے کھل گئے
لوگ جیسے لگ رہے تھے' ایک بھی ویسا نہ تھا

عندلیب اقبال ——— اوکاڑہ

وہ کتابوں میں درج تھا ہی نہیں
جو پڑھایا سبق زمانے نے

آمنہ فیض ——— سکھر

یہ ہی نہیں ہے کہ ہمیں توڑ گیا ہے کوئی
اسے خود کو بھی بہت دیر جوڑنا ہوگا

آسیہ جاوید ——— (بارہ دری) علی پور چٹھہ

مانگنے کا جب ہنر آ جائے گا
پھر دعا میں بھی اثر آ جائے گا
کون دے گا اس کو اتنی چاہتیں
دیکھنا وہ لوٹ کر آ جائے گا

ثمر ——— لاہور

ایک خواب تھا کہ اپنی ثبوں پہ رہا محیط
کیا خواب تھا، کسی سے وضاحت کبھی نہ کی
چاہا ہے میں نے جس کو بڑی شدتوں کے ساتھ
اس طرح سے اس نے مجھ سے محبت کبھی نہ کی

عاصمہ ندیم ——— کراچی

گم صم آنگن، چپ دروازے' آنگن عکس سے خالی
اب کے برس تہوار پہ بھی کچھ لوگ تو گھر نہیں آئے

صدف عمران ——— کے ڈی اے سوسائٹی

ہجرتوں کے عذاب اچھے لگے
آنکھ میں تیرے خواب اچھے لگے
مجھ کو اپنے سوال سے بڑھ کر
آج تیرے جواب اچھے لگے

حمیرا نوشین ——— منڈی بہاؤالدین

فرصت ملی تو ہو گی ملاقات آپ سے
فی الحال تو ملال میں الجھا ہوا ہوں میں

نوال افضل کھمن ——— کراچی

کئی روگ دے گئی ہے تنے موسموں کی بارش
مجھے یاد آ رہے ہیں مجھے بھول جانے والے

ارم کمال ——— فیصل آباد

میرا ملنا مشکل نہیں ہے
تو جب چاہے مجھے زنجیر کر لے
کوئی جادو نہیں چلتا ہے مجبور
محبت سے مجھے تسخیر کر لے

فضہ بلال ——— ڈیفنس گارڈن

سودا ہے عمر بھر کا، کوئی کھیل تو نہیں
اے چشم یار مجھ کو ذرا سوچنے تو دے
اس حرف "کن" کی ایک امانت ہے تیرے پاس
لیکن یہ کائنات مجھے بولنے تو دے

بیاد آسیہ رزاقی

آسیہ رزاقی...... بے مثال مصنفہ...... دنیائے ادب کا تابندہ ستارہ مروت اور متانت کا نمونہ...... جنہیں کہانی لکھنے کا فن آتا تھا۔ قضا کا بے رحم ہاتھ انہیں ہم سے چھین کر بہت دور لے گیا۔

آسیہ رزاقی کی تحریریں قارئین ہی نہیں ساتھی مصنفین بھی بہت شوق سے پڑھتی تھیں۔ انہوں نے ان کی وفات پر رنج و غم کا اظہار کیا ہے۔ جو پیش کیا جا رہا ہے۔

عنیزہ سید...... سیالکوٹ

آسیہ رزّاقی ایک منفرد کہانی کار، ایک ایسی کہانی کار جنہوں نے کئی برس تک ڈائجسٹ کے قارئین کو اپنی تحریروں کے ذریعے نا صرف عمدہ کہانی' جان دار اور خوب صورت ماحول سے روشناس کرایا بلکہ ان کے کرداروں نے نوجوان بچیوں اور گھریلو خواتین کو بہت سے ہنر بھی سکھائے۔ سلائی' کڑھائی' کروشیا' کھانوں کی تراکیب' گھر کی صفائی ستھرائی، غرض کون سا ایسا ہنر تھا جس کے بارے میں آسیہ رزّاقی نے معلومات نہیں دیں۔

اپنی کہانیوں میں ہی نہیں مختلف گھریلو تقریبات کا احوال لکھتے ہوئے بھی وہ کئی رسوم و رواج اور تقریبات کے اہتمام کا نہایت عمدہ خاکہ کھینچتی رہیں۔

ایک قاری کی حیثیت سے میں آسیہ رزّاقی کی بے حد ممنون رہی ہوں۔ ان کی تحریروں کا مجھے ہمیشہ انتظار رہتا تھا اور میں ان کو پڑھتے ہوئے ان کی دکھائی دنیا میں سیر کرنے کا لطف اٹھانے کی عادی رہی۔

اللہ پاک آسیہ رزّاقی مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ ان جیسے وضع دار اور رکھ رکھاؤ والے لوگ ناپید ہوتے جا رہے ہیں۔ ان کی کمی ہمیشہ محسوس کی جاتی رہے گی۔

اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اقبال بانو

کوئی تو جائے ذرا
آنکھیں ڈال کر
آنکھوں میں
اس موت سے کہہ دے
اکیلا کر کے دریا کو
کنارے چھین لیتی ہو
فلک کی شان جو ہوتے ہیں
وہ ستارے چھین لیتی ہو
بہت بے رحم ہو تم
پیارے چھین لیتی ہو

ایک زمانے میں بڑے سائز پر خواتین کے پرچے چھپتے تھے' جنہیں ہر قسم کی خواتین بڑے ذوق و شوق سے پڑھتی تھیں۔ ان ہی میگزینز میں لکھنے والی ادبی گھرانے کی ذہین اور حساس فکر و نظر رکھنے والی خاتون کی کہانیوں کو پسندیدگی کی سند قارئین کے توصیفی خطوط سے ملنے لگی تو ان میں بھی مزید لکھنے کا جذبہ بڑھتا گیا اور وہ باقاعدگی سے لکھتی رہیں۔ یہاں ذکر ایک ایسی جوہری کا ضرور کروں گی جو ہیرے پہچاننے کی صلاحیت رکھتی ہیں اور ان کی قدر بھی کرتی ہیں۔ امتل نے انہیں تلاش کیا تھا۔ کوئی مانے یا نہ مانے لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ اس ادارے کے لگائے چھوٹے چھوٹے پودے آج ادب کی دنیا کے سایہ دار درخت بنے پھل پھول بھی دے رہے ہیں اور چھاؤں بھی۔

آسیہ رزّاقی کے افسانے پڑھ کر امتل نے ان مصنفہ کو باقاعدہ ڈھونڈا تھا اور ان تک پہنچنے کی وجہ ان کا انداز تحریر تھا وہ ایک گھریلو خاتون تھیں۔ جب امتل نے انہیں لکھنے کی دعوت دی تو انہوں نے پھر بہت لکھا۔ ادارے کو ایک بہترین لکھاری اور آسیہ رزّاقی کو ایک اور بہترین پلیٹ فارم مل گیا یہ سلسلہ چل نکلا اور کئی سالوں پر محیط اس سلسلے کے نتیجے میں پاپولر فکشن کے گلدستے میں ان

عید کے پکوان

خالدہ جیلانی

عیدالاضحیٰ کے موقع پر خواتین کا کام بڑھ جاتا ہے۔ گوشت کی تقسیم اور اسے سنبھال کر رکھنے کے ساتھ ساتھ پکانے کی ذمہ داری بھی ہوتی ہے۔ فرمائشوں کی ایک طویل فہرست خواتین کے سامنے ہوتی ہے۔ ہم نے آپ بہنوں کی مشکل آسان کرنے کے لیے اس ماہ کچھ ایسی تراکیب دی ہیں جو یقیناً آپ کے اس مسئلے کو حل کرنے میں معاون ثابت ہوں گی۔

مغز مسالا

اشیاء۔

مغز	ایک عدد
پسی ہلدی	چوتھائی چائے کا چمچہ
نمک	حسب ذائقہ
پیاز	دو عدد
ٹماٹر	دو عدد
ادرک لہسن	دو چائے کے چمچے
پودینہ	ایک گٹھی
ہرا دھنیا	ایک گٹھی
دہی	ایک کپ
کلونجی	ایک چائے کا چمچہ
لال مرچ پسی ہوئی	ایک چائے کا چمچہ
ہری مرچیں	دو عدد
گھی	ایک کپ
پسا گرم مسالا	ایک چائے کا چمچہ
ثابت زیرہ	ایک چائے کا چمچہ

ترکیب۔

ایک پتیلی میں گھی ڈال کر گرم کر کے اس میں پیاز ڈال کر سنہری کرلیں۔ اب اس میں ٹماٹر، کلونجی، ادرک، لہسن ڈال کر بھونیں۔ کچھ دیر بعد ہلدی، نمک، لال مرچ، گرم مسالا اور ثابت زیرہ ڈال کر بھون لیں۔

مغز کو ٹھنڈے پانی میں ڈال کر اس کی اوپر والی جھلی اتارلیں اور مکمل طور پر صاف کر کے ٹکڑے کرلیں۔ پتیلی میں دہی، پودینہ، ہری مرچیں، ہرا دھنیا اور مغز ڈال کر پکائیں۔ ڈھک کر ہلکی آنچ پر اس وقت تک پکائیں کہ گھی مسالے سے الگ ہوجائے۔ مزے دار مغز مسالا تیار ہے۔ تندوری روٹیوں یا نان کے ساتھ سرو کریں۔

کلیجی فرائی

اشیاء۔

کلیجی	آدھا کلو
ٹماٹر	دو عدد
آلو	دو عدد
پسی لال مرچ	ایک چائے کا چمچہ
گردے	چار عدد
ہری مرچیں	چار عدد
ہرا دھنیا	ایک چائے کا چمچہ
ادرک لہسن	ایک چائے کا چمچہ
پسی ہلدی	ایک چوتھائی چائے کا چمچہ
نمک	حسب ضرورت
پسی سیاہ مرچ	حسب ذائقہ
تیل	آدھا کپ

ترکیب۔

کلیجی اور گردوں کو اچھی طرح سے دھوکر ادرک لہسن، لال مرچ، ہلدی اور نمک لگا کر آدھے گھنٹے تک میرینیٹ ہونے کے لیے رکھیں۔ فرائنگ پین میں تیل گرم کر کے میرینیٹ کیا ہوا کلیجی اور گردوں کا آمیزہ ڈالیں۔ ساتھ آلو کے کیوب بھی شامل کردیں۔ آنچ پہلے ہلکی رکھیں تاکہ کلیجی اور گردے گل جائیں، تھوڑی دیر بعد پانی خشک ہو تو ٹماٹر اور ہری مرچیں ڈالیں اور اچھی طرح بھون لیں اور ساتھ نمک اور سیاہ مرچ مکس کریں۔ اب کٹا ہوا ہرا دھنیا ڈال کر مزید کچھ دیر بھونیں تاکہ خوشبو آئے۔ اس کے بعد سجا کر سلاد اور فرنچ فرائز کے ساتھ سرو کریں۔

مٹن مسالے دار بریانی

آپ کا باورچی خانہ

پارسیہ عبدالرؤف

(1) ''کھانا بناتے ہوئے آپ کن باتوں کا خیال رکھتی ہیں؟''

ج: ''کھانا بناتے ہوئے گھر والوں کی پسند نا پسند تو مدنظر رہتی ہی ہے اس کے علاوہ صفائی اور غذائیت کا بھی مکمل احساس ہے۔''

(2) ''گھر میں اچانک مہمان آ گئے' فوری طور پر کون سی ڈش تیار کریں گی؟''

ج: ''مہمانوں کے بارے میں یہ تو کہا ہی نہیں جاسکتا کہ مہمان ہمیشہ بتا کر آتے ہیں' بعض اوقات مہمان حقیقت میں اللہ کی رحمت بن کر برستے ہیں۔ ایسے میں جناب ہم ارجنٹ چکن قورمہ ساتھ روٹیاں یا پھر بریانی کے ساتھ رائتہ سویٹ ڈش میں مکھنڈی حلوہ اور بیسن کا حلوہ فوری اور سستا بن جاتا ہے۔ کھانا بنانے کی اسپیڈ تو میری ہے ہی مشہور و معروف۔''

مکھنڈی حلوہ کی ریسیپی حاضر خدمت ہے۔

سوجی	ایک پاؤ
دودھ	ایک پاؤ
چینی	ایک پاؤ
گھی	ایک پاؤ

بادام بھگو کر چھیل لیں

ترکیب:۔

سب سے پہلے سوجی دودھ میں بھگو دیں پھر گھی میں الائچی کڑکڑائیں پھر اس میں چینی ڈال کر ڈارک براؤن کریں۔ پھر اس میں دودھ میں بھگوئی ہوئی سوجی ڈال کر مسلسل جلدی جلدی چلاتے جائیں تاکہ گٹھلیاں نہ بنیں' جب یک جان ہو جائیں پھر بادام ڈال کر دو منٹ مزید چمچہ چلائیں۔ مکھنڈی حلوہ تیار ہے۔ دیکھنے میں بالکل سوہن حلوہ کے مشابہ ہوتا ہے۔ میٹھا کھانے والوں کو یقینی طور پر پسند آئے گا۔

(3) ''کچن کی صفائی کے لیے کیا خصوصی انتظام کرتی ہیں؟''

ج:۔ ''کچن کی صفائی ساتھ ساتھ جاری رہتی ہے۔ صفائی کیے بغیر تو کچن سے چائے کا مگ لے کر نہیں نکلا جاتا۔ رہی تفصیلی صفائی وہ جب ضرورت محسوس ہو شروع ہو جاتی ہوں' چاہے رات کے دس بجے ہوں۔''

(4) ''ناشتے میں کیا بناتی ہیں۔ کسی خصوصی چیز کی ترکیب؟''

ج:۔ ''ناشتے میں رات کا سالن اور روٹی ساتھ میں ہاف فرائی انڈا اور سردیوں میں فوراً بعد چائے اور گرمیوں میں دہی اور دہی کی لسی ضرور شامل ناشتا ہوتی ہے۔

کبھی کبھی جب موڈ ہو تو مولی کے پراٹھے' بل دار پراٹھے' باجرے کے پراٹھے' ساتھ پودینے کی چٹنی بھی چلتی ہے۔''

(5) ''مہینے میں کتنی بار باہر کھانا کھانے جاتی ہیں؟''

ج:۔ ''شرطیہ ایک بار بھی باہر کھانا کھانے نہیں جاتے' نہ گھر منگوا کر کھاتے ہیں۔ میرے شوہر میرے ہاتھ کا ناشتا' کھانا' بہ نسبت باہر کے کھانوں کے زیادہ شوق سے کھاتے ہیں۔''

(6) ''کھانا پکانے کے لیے ڈش کا انتخاب کرتے ہوئے موسم کا خیال رکھتی ہیں؟''

ج:۔ ''موسم کے مطابق تو مینیو خود بخود ڈھل جاتا ہے۔ سردی میں گاجر کا حلوہ' مچھلی' باجرے کی روٹی اور ساگ اور سوپ' قہوے۔

گرمیوں میں دہی کی لسی' سکنجبین' ٹھنڈے شیکس کے بغیر زندگی ادھوری لگتی ہے۔''

(7) کھانا بنانے کے لیے کتنی محنت کی قائل ہیں؟''

ج:۔ ''محنت کبھی رائیگاں نہیں جاتی ہے' خواہ وہ کھانا بنانے میں ہو یا کسی اور کام میں۔ دل لگا کر تیار کی ہوئی ڈش دوسروں کی توجہ اور محبت خود کھینچ لیتی ہے۔''

عدنان

نفسیاتی ازدواجی الجھنیں

س۔ چوک اعظم

س: میرا مسئلہ اتنا بڑا نہیں ہے پھر بھی میں بہت الجھی ہوئی ہوں اور دل سے چاہتی ہوں آپ مجھے جواب دیں۔

کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے میری بہن کسی سے محبت کرتی تھی وہ شخص شادی شدہ تھا لیکن میری بہن کو اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ اس کا ایک بھائی تھا اس نے مجھے پرپوز کیا لیکن میں نے اسے صرف دوست کی حد تک رکھا تھا میں نے انکار کر دیا۔ میری بہن جب بھی اس شخص سے شادی کا کہتی، وہ ٹال دیتا شاید وہ میری بہن سے بس ٹائم پاس کر رہا تھا جب میری بہن کو اس بات کا احساس ہوا تو اس نے اس کو چھوڑ دیا چونکہ میری اس کے بھائی سے بات چیت تھی سو دونوں کی بہت اچھی دوستی ہو گئی۔ میری بہن اور اس کے بھائی کی' جلد ہی دونوں نے آپس میں شادی کا فیصلہ کر لیا۔ جب شادی کا وقت آیا تو اس کے بھائی نے شادی سے انکار کر دیا۔ کیونکہ شادی تو دونوں کا بدلا تھی میری بہن کا اس کے بھائی سے اور اس کا مجھ سے' شادی سے انکار کی وجہ — میری بہن کو پتا تھی اس لیے میری بہن نے کوئی خاص ردعمل نہیں دیا۔ آج میری بہن شادی شدہ ہے اور ماشاء اللہ سے اپنے گھر میں بہت خوش ہے۔ مسئلہ میرا ہے مجھے اس انسان کی قدر اس کے چلے جانے کے بعد ہوئی۔ بہت پچھتا رہی ہوں بس ایک بار اس سے بات کرنا چاہتی ہوں۔ میں نے کوشش بھی کی لیکن جب اس بات کا ذکر میں نے اپنی بہن سے کیا تو اس نے مجھے بہت عجیب سی نظروں سے دیکھا' میں اپنے آپ میں ہی شرمندہ ہو کر رہ گئی۔ میں نے کبھی کسی سے کچھ شیئر نہیں کیا کیونکہ مجھے لگتا ہے میں اب کچھ بھی کرنے کا حق نہیں رکھتی۔ پلیز مجھے بتائیں۔ کیا میں غلط ہوں؟ میں جانتی ہوں میرا اور آپ لوگوں کا ایسا کوئی خاص تعلق نہیں ہے جس کی بنا پر آپ مجھے میرے مسئلے میری الجھن کا حل بتائیں گے لیکن بھائی پلیز مجھے بتایئے گا کیا میں ایک بار اس سے بات کر لوں یا اس کا خیال اپنے دل و دماغ سے نکال دوں؟

ج: اچھی بہن! آپ کو کیا جواب دوں...... کبھی کبھی مجھے لڑکیوں کی نادانی پر بہت حیرت ہوتی ہے نائن الیون کے بعد دنیا بدل گئی۔ انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا نے ایک نئی دنیا کے دروازے کھول دیے لیکن لڑکیاں نہیں بدلیں۔ آج بھی اتنی ہی نادان ہیں۔

آپ جس محبت کو کھو کر پچھتا رہی ہیں، اس کی حقیقت یہ ہے کہ جس لڑکی کا اس کے بھائی سے تعلق رہا۔ اس سے دوستی کی۔ جبکہ وہ لڑکی آپ کی بہن بھی تھی۔ آپ کی بہن کا شادی شدہ شخص سے محبت کرنا (میں تو اسے محبت بھی نہیں مانتا) اور اس سے شادی کی توقع نادانی تھی۔ اول تو بہت کم بلکہ شاذ و نادر مرد دوسری شادی کرتے ہیں۔ آج کے مہنگائی کے دور میں ایک بیوی کی ذمہ داری اٹھانا مشکل ہے کجا کہ دو بیویوں کی ذمہ داری اٹھانا۔ بالفرض محال اگر کوئی دوسری شادی کر بھی لے تو بعد میں اتنے لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں کہ محبت تو دور دور نظر نہیں آتی۔

پھر اس شخص نے شادی نہیں کی تو بہن صاحبہ نے اسی کے بھائی سے دوستی کر لی۔ اور اس نے بھی آپ کے انکار کا بدلہ لینے کے لیے آپ کی بہن سے شادی کا منصوبہ بنا لیا۔

کیا اس کو آپ محبت کہتی ہیں؟

بھول جایئے اسے نہ آپ سے پہلے محبت تھی نہ اب ہے۔ وہ صرف وقت گزاری کر رہا تھا۔ خدا کا شکر ادا کریں کہ اس نے اس کھیل کو جلد ختم کر دیا ورنہ آپ کے لیے مزید مشکلات ہوتیں۔ بہتر یہی ہے کہ آپ اب اسے فون کرنے کی کوشش نہ کریں۔ اسی میں عافیت ہے۔ آپ کی بہن شادی کے بعد خوش و خرم ہے۔ آپ بھی شادی کے بعد سب بھول جائیں گی۔ یہ صرف صنف مخالف کی کشش ہے اور کچھ نہیں۔

امت الصبور

بیوٹی بکس

سندس ...... سیالکوٹ

س: میرے بال بہت گھنے اور لمبے تھے۔ پہلے بچے کی پیدائش کے بعد بال گرنا شروع ہوئے لیکن دوسرے بچے کی پیدائش کے بعد تو بال اتنی تیزی سے گر رہے ہیں کہ لگتا ہے بال گرنے کی یہی رفتار رہی تو بہت جلد گنجی ہوجاؤں گی۔ پلیز کوئی آسان سا حل بتائیں جو میں کرسکوں اور میرے بال گرنا رک جائیں۔

ج: عموماً یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ بچے کی پیدائش کے بعد بال بے جان' روکھے اور بے رونق ہوجاتے ہیں اور تیزی سے گرنے لگتے ہیں۔ کچھ خواتین میں یہ عمل زیادہ تیزی سے ہوتا ہے۔ آپ گھبرائیں نہیں' ہارمونز کے ڈسٹرب ہونے سے ایسا ہوتا ہے۔ جیسے ہی ہارمونز اپنی نارمل سطح پر آئیں گے' بال ٹھیک ہوجائیں گے۔

آپ کو چاہیے کہ اپنی غذا پر بھرپور توجہ دیں۔ ایسی غذائیں استعمال کریں جن میں پروٹین اور آئرن پایا جاتا ہے۔ ساگ اور ہرے پتوں والی سبزیوں کا استعمال بڑھادیں۔

روزانہ یا کم از کم ہفتے میں دوبار سر پر ناریل کے تیل کی مالش کریں۔ ایسے شیمپو استعمال کریں جو خشک بالوں کے لیے ہوں۔

آپ چاہیں تو ڈاکٹر کے مشورے سے آئرن ٹیبلٹ بھی استعمال کرسکتی ہیں۔

دہی ...... دو چمچے
سرسوں کا تیل ...... ایک چمچہ
انڈا ...... ایک عدد

دہی اور انڈے کو اچھی طرح پھینٹ لیں پھر اس میں سرسوں کا تیل ملا کر پیسٹ بنالیں۔ اسے بالوں پر لگائیں۔ ایک گھنٹہ لگا رہنے دیں پھر شیمپو سے بال دھولیں۔ آپ کے بالوں کی بے رونقی ختم ہوجائے گی اور وہ چمک دار ہوجائیں گے۔

ارم یوسف ...... بہاولپور

س: میری آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے ہیں۔ میری آنکھیں انتہائی حساس ہیں' ان حلقوں کے گرد کوئی بھی کریم لگاؤں تو آنکھوں میں تکلیف شروع ہوجاتی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں۔ میرا رنگ صاف ہے اس بنا پر یہ حلقے اور بھی نمایاں نظر آتے ہیں۔ کوئی ایسی چیز بتائیں جو میں استعمال کروں تو آنکھوں میں تکلیف نہ ہو۔

ج: حساس آنکھوں کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ معمولی سا گرد و غبار بھی انہیں متاثر کرتا ہے۔ کریموں میں اکثر ایسی اشیا استعمال ہوتی ہیں جن سے الرجی ہوسکتی ہے۔ آپ کا مسئلہ بھی الرجی ہے۔

آپ کو ایک بہت آسان حل بتاتے ہیں کچھ ہی دنوں میں آپ نمایاں فرق محسوس کریں گی۔

پکا ہوا کیلا لے کر کانٹے سے اچھی طرح کچل کر کریم کی طرح بنالیں۔ اس پیسٹ کو آنکھوں کے حلقوں پر لگائیں۔ دن میں دو یا تین بار یہ عمل کریں' حلقے دور ہوجائیں گے۔ غذا میں پھل اور سبزیاں زیادہ استعمال کریں۔ پرسکون رہیں۔ پوری نیند لیں۔ ذہنی دباؤ اور نیند کا پورا نہ ہونا بھی حلقوں کی بڑی وجہ ہے۔

صبا عندلیب ...... لالہ موسیٰ

س: کنٹورنگ کیا ہے؟ اسے کیسے کرتے ہیں۔ میں نے کئی بار اس کے بارے میں پڑھا ہے۔

ج: کنٹورنگ چہرے کے خدوخال کی خوب صورتی کو ابھارنے اور انہیں مزید خوب صورت بنانے کے لیے کی جاتی ہے۔ اس سے چہرہ بہت مختلف اور دلکش نظر آتا ہے۔ عام طور پر ناک پر زیادہ کی جاتی ہے اگر ناک بہت پھیلی ہوئی اور چپٹی ہے تو کنٹورنگ کے ذریعے اس کو ایسی شکل دی جاسکتی ہے کہ وہ ستواں اور خوب صورت نظر آئے۔

اس کا طریقہ یہ ہے کہ ناک کی دونوں سائڈوں پر قدرے گہری بیس یا شیڈ لگائیں اور ناک کے درمیان (اوپری طرف) ہلکے رنگ کا شیڈ لگائیں۔ ناک پتلی اور کھڑی نظر آئے گی۔

اس طرح اگر چہرہ زیادہ چوڑا ہے تو اپنے جبڑوں کے ساتھ گہرے رنگ کا شیڈ لگا کر اچھی طرح بلینڈ کرلیں' چہرہ کتابی نظر آئے گا۔ ☆